۷۸۶/۹۲

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

اَنوارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوّف وعرفان کا

جامع سہ ماہی رسالہ

بابت ماہ جنوری تا مارچ 2008ء

مطابق محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

جلد 2.................شمارہ نمبر 7

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.com

اَنْوَارُ الصُّوفِیَّہ

بنگلور

فہرست :

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
2	اغراض ومقاصد	۱
3	پیش لفظ	۲
4	مناجات سعدیؒ	۳
5	نعت رسول اکرم ﷺ	۴
7	آیات قرآنی شان حبیب الرحمٰن	۵
10	کتاب الایمان	۶
13	تذکرۃ الاولیاء حضرت فضیل بن عیاضؒ	۷
22	گلستان سعدی	۸
26	تقویٰ اور اس کی اقسام۔ڈاکٹر طاہر القادری	۹
38	دیوان حافظ شیرازیؒ	۱۰
41	دلیل العارفین: ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری	۱۱
47	معارف شمس تبریز	۱۲
51	فتوح الغیب	۱۳
53	بوستان سعدی	۱۴
59	علاج السالکین۔محدث دکن سید عبداللہ شاہ قبلہ	۱۵

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

(1)	مولانا مولوی جناب سید شاہ انور حسینیؒ	صدر
(2)	جناب اے اے خطیب	مینجنگ ٹرسٹی
(3)	جناب محمد کمال الدین	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	جناب خلیل مامون	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت عوام کو بہرہ ور کرنا

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اور ان کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔

۴۔ صوفی مسلک پر سیمنار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا۔

قیمت فی رسالہ 25 روپے

قیمت سالانہ 100 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

طریقت بجز خدمت خلق نیست　　　بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست
تو بر تخت سلطانی خویش باش　　　با اخلاق پاکیزہ درویش باش

حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ طریقت مخلوق کو خدمت کے سوا کوئی شے نہیں ہے۔ تسبیح، مصلے اور گدڑی کا نام طریقت نہیں ہے۔ تو اپنی بادشاہت کا تخت پر رہ اور پاکیزہ اخلاق کے ساتھ درویش بنا رہ۔ وہ بزرگ جو دولت باطن رکھتے ہیں اس طرح قبا (اعلیٰ لباس) کے نیچے گدڑی چھپائے رکھتے ہیں۔ ہمارے ماہانہ جلسوں میں یہی کوشش رہی ہے کہ ہم ایسی ہستیوں سے سامعین کو روشناس کرتے آرہے ہیں۔ ماشاء اللہ ہر ماہ مجلس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔

آپ کی خدمت میں ہمارا ساتواں شمارہ پیش ہے اس کو بہتر سے بہتر بنانے میں ہم آپ کے مفید مشوروں اور تعاون کے متمنی ہیں۔

آپ کی دعاؤں کا طالب

اے اے خطیب

اڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجات سعدیؒ

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ برقول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی در قبول
من ودست ودامان آل رسولؐ

(الٰہی فاطمہؓ کی اولاد کے طفیل ایمان کے قول پر میرا خاتمہ کر۔ خواہ تو میری دعا قبول کرے یا رد، میں ہوں اور میرا ہاتھ اور آل رسول کا دامن) (بوستان)

کریما بہ بخشائے برحال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا
نداریم غیر از تو فریاد رس
تو عاصیاں را خطا بخش وبس
نگاہ دار مارا زراہ خطا
خطا در گزارو صوابم نما

(اے رب کریم میرے حال پر رحم فرما کہ میں نفس کی قید میں گرفتار ہوں۔ تیرے سوا میری فریاد سننے والا کوئی نہیں تو ہی گنہ گاروں کی خطائیں بخشنے والا ہے گناہوں کے راستہ سے ہم کو بچا ہماری خطا سے درگزر کر اور سیدھا راستہ دکھا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا محمد!

فخرِ عالم مددے دلبرِ داور مددے
یا محمد ؐ مُحسنِ عاصی و مُضطر مددے

نورِ اوّل مددے مُرسلِ آخر مددے
صاحبِ جود و عطا سید و سرور مددے

رہبرِ کُل مددے مُحسنِ اکبر مددے
ابرِ رحمت مددے شافعِ محشر مددے

تشنہ کام آمدہ ام بر درت اے بندہ نواز
بحرِ رحمت مددے ساقیِ کوثر مددے

از غم و رنج و الم گشتہ پریشاں شارب
بہرِ حسنینؓ و پئے زہراؓ و حیدرؓ مددے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن یکتائے رسولؐ

رونقِ بزمِ محبت روئے زیبائے رسولؐ
زینتِ ایوانِ وحدت حُسنِ یکتائے رسولؐ
حشر تک جائے نہ میرے سر سے سودائے رسولؐ
بعد مُردن بھی رہے دل میں تولائے رسولؐ
صورتِ بے صورتی کا راز ظاہر ہوگیا
جب مُنقّش ہوگیا دل پر سراپائے رسولؐ
میری دُنیائے محبت ہوگئی رشکِ جناں
آگیا جس دم خیالِ روئے زیبائے رسولؐ
عرش سے تا فرش بارش ہورہی ہے نور کی
دونوں عالم میں درخشاں ہے تجلائے رسولؐ
ہوگئے سرشار جام عشق سے سب تشنہ کام
جب مئے توحید لے کر بزم میں آئے رسولؐ
آرزو ہے شارب خستہ کی اے پروردگار
جلوہ گر دل میں رہے اس کے سراپائے رسولؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیات قــرآنی

شانِ حبیب الرحمٰن

از: مفتی احمد یار خان صاحب

آیت ۲۵۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (پارہ ۶۔ سورۂ مائدہ، رکوع ۸) تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو ایک ضروری حکم دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی حضور علیہ السلام کی عزت وعظمت کا خطبہ ارشاد ہو رہا ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن سلام جو کہ یہود کے عالم تھے مشرف بہ اسلام ہوگئے اس پر ان کی قوم بنی قریظہ اور بنی نضیر نے آپس میں کمیٹی کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ چونکہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے ان کا بائیکاٹ کیا جاوے، چنانچہ ساری قوم نے ان سے شادی بیاہ، خرید وفروخت، اٹھنا بیٹھنا سب یکدم چھوڑ دیا۔ اس پر سیدنا عبداللہ ابن سلام نے اپنی قوم کی شکایت حضورؐ سے کی کہ میں ساری قوم میں تنہا رہ گیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو فرمایا گیا کہ اگر تم سے کفار علیحدہ ہوگئے تو تم کو کیا غم ہے، تم سے کفار چھوٹے اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں کی دوستی اور محبت حاصل ہوئی تم اس سودے میں نقصان میں نہیں رہے۔ کافروں کو چھوڑا اور خدا کو لیا، دامن مصطفٰے کا سایہ مل گیا۔ مسلمانوں کی دوستی حاصل ہوگئی۔ اس سے مسلمانوں کو چند فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے سوا رسول علیہ السلام اور مسلمانوں سے دوستی کرنا گناہ نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی مدد اور دوستی تمام کے مقابلہ میں کافی ہے۔

کوئی ملے ملے نہ ملے مصطفٰے ملے　　　وہ شے ملے کہ ملتے ہے جس کے خدا ملے

تیسرے یہ کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اسلام کی لذت وہی پا سکتا ہے جو اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت کرے یعنی اللہ والوں سے محبت کرے اور دین کے دشمنوں سے علیحدہ رہے چوتھے

یہ کہ اولیاء اللہ، مشائخ عظام، علماء کرام، صحابہ واہل بیت عظام کی محبت اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ یہ حضرات مومن اور مومنوں کے سردار ہیں۔ اسی کو سورۃ فاتحہ میں فرمایا گیا۔ صراط الذین انعمت علیهم .
خدایا ہم کو ان کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے اور حقیقت میں مسلمانوں یا اولیاء کرام سے محبت رکھنا حضور علیہ السلام کی محبت کے لئے ہے۔ یہ حضرات رسول اللہ کو پانے کے دروازے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

آیت ۲۶۔ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پارہ ۶، سورۂ مائدہ، رکوع ۱۰)

اے رسول پہنچا دو جو کہ اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم سے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا جائے اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

اس آیت میں بظاہر تو حضور نبی کریم علیہ السلام کو تبلیغ فرمانے کا حکم دیا جا رہا ہے، مگر ساتھ ہی حضور علیہ السلام کی نعت شریف بھی ظاہر ہو رہی ہے اس لئے کہ آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ بے خوف وخطر احکام کی تبلیغ فرمائیے اور کسی دشمن سے خوف نہ فرمائیے۔ کیونکہ ہم آپ کے محافظ ہیں۔ پہلے پیغمبروں کو کافروں نے شہید کر دیا یا ان کی تبلیغ روکنے کی کوششیں کیں لیکن آپ کی عزت وعظمت وغیرہ کے ہم محافظ ہیں۔ اب کون ہے جو آپ کو نقصان پہنچا سکے لہٰذا آپ خوب تبلیغ فرمادیں۔

شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ یہود مدینہ منورہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم بڑی جماعت والے ہیں اور طاقتور بھی۔ اگر آپ اپنی تبلیغ چھوڑ دیں تو ہم آپ کی عزت کریں گے اور خدمت کریں گے اور اگر آپ نے اپنی تبلیغ جاری رکھی تو ہم آپ کو شہید کر دیں گے، چنانچہ مہاجرین وانصار سو حضرات آپ کی حفاظت کے لئے ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تب حضور علیہ السلام نے ان تمام خدمت گاروں سے فرمایا کہ آپ لوگ اب اپنے اپنے گھر آرام کریں، میری حفاظت کی ذمہ داری میرے رب نے فرمائی (روح البیان)

سُبْحَانَ اللّٰهِ ! رب نے دین اسلام اور قرآن کے بارے میں فرمادیا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم اس کے محافظ ہیں، اور صاحب قرآن کے لئے ارشاد فرمایا کہ آپکو لوگوں سے محفوظ رکھیں گے، پہلے انبیاء کرام کے نہ دین کی حفاظت کی ذمہ داری تھی اور نہ انبیاء کرام کی جانوں کی۔ اسی وجہ سے ان کے دین بھی غلط ہو گئے۔ کتابیں محفوظ نہ رہیں یہاں قرآن محفوظ اور اسلام اور مسائل غرضیکہ ہر چیز محفوظ ہوئی۔ اس حفاظت ہی کا اثر تھا کہ کفار مکہ نے اور یہود مدینہ نے جان توڑ کوششیں کیں کہ شہید کر دیں نہ کر سکے۔

رب تعالیٰ نے غار ثواب میں مکڑی کے جالے سے حبیب علیہ السلام کو بچالیا۔ یہ ہی نہیں کہ اس زمانہ میں ہی یہ حفاظت تھی بلکہ قیامت تک کے لئے آپ کی عزت وعظمت کو محفوظ کر دیا۔ آج بھی بادشاہوں کے خلاف لوگ تحریریں چھاپ دیتے ہیں مگر بحمد ربی تعالیٰ کسی بے دین کو بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اگر کسی نے گستاخی کی تو وہ فوراً اپنی سزا کو پہنچ گیا، یہ حفاظت رب ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پریشان کیا، تو چہارآسمان پر بلا کر ان کی حفاظت فرمائی اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ محبوب کو دشمنوں میں ہی رکھا اور فرمایا کہ محبوب خوب تبلیغ کئے جایئے۔

ایک گورنر کی رعایا اس سے نہ دبی اس کو بادشاہ نے شاہی محل میں بلالیا۔ دوسرے گورنر نے سب کو قابو میں کرلیا، اس کو حکم ملا کہ آپ وہاں ہی رہیے اور حکومت کیجئے، ہر طرح کی امداد سلطانی آپ کو بھیجی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ دوسرا حاکم بڑے دبدبہ والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کی خلافت کو ظاہر نہ فرمایا، حضرت عمر کے ڈر کی وجہ سے، وہ بے دین کافر ہے، سارے ہی احکام تبلیغیہ کی تبلیغ فرمادی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆☆

خصوصیات علم

علم وہ ہے جس سے انسان خدا رسیدہ بنے، علم وہ ہے جس سے حق حاصل ہو، اور معرفت کی حقیقت کو پہنچ جانے اور مجلس محمدی ﷺ میں داخل ہو کر دیدار سے مشرف ہووے۔ علم کے معنی ہیں جاننا، لیکن کیا جاننا؟ یہ کہ جس سے حق وباطل میں تمیز ہوسکے اور انانیت، کفر شرک، کبر، خود پسندی، طمع، مکرف، حسد اور خواہشات نفسانی دور ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ میں فنا ہو جائے، خواہشات نفسانی جاتی رہیں اور روح کو بقا حاصل ہو۔ (حضرت سلطان باہوؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الایمان

درس حدیث

باب ۶۲: بعض دلوں سے امانت اور ایمان کے اٹھ جانے اور دلوں پر فتنوں کے طاری ہونے کا بیان

۸۷.......... **حدیث حذیفہ ﷺ**: حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے دو ایسی حدیثیں بیان فرمائی تھیں جن میں سے ایک کو (پورا ہوتے) میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا: کہ امانت اور ایمان لوگوں کے دلوں کی جڑ پر اتری (یعنی انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی) پھر لوگوں نے قرآن سے اور پھر سنت سے اس کا (امانت اور ایمان کا) علم حاصل کیا۔ نیز آپ ﷺ نے ہم سے امانت و ایمان کے اٹھ جانے کا ذکر فرمایا کہ ایک شخص کچھ دیر کے لئے سوئے گا اور اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا محض اس قدر نشان باقی رہ جائے گا۔ جتنا زخم کے اچھا ہو جانے کے بعد زخم کا نشان باقی رہ جاتا ہے پھر وہ کچھ دیر کے لئے سوئے گا تو (باقی ماندہ) امانت بھی سلب کر لی جائے گی اور اس کا نشان اس طرح کا باقی رہ جائے گا جیسے تم کسی انگارے کو اپنے پاؤں پر لڑھکاؤ جس سے ایک چھالہ سا پڑ جائے جو پھول جائے اور تم اسے ابھرا ہوا دیکھتے ہو حالانکہ اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی (اندر سے خالی ہوتا ہے) حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگ باہم خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی بھی امانت کے تقاضے پورے نہ کرے گا حتیٰ کہ کہا جائے گا۔ فلاں قبیلہ میں ایک شخص ایمان دار ہے یا کسی شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ بہت عقل مند اور بہت خوش مزاج ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ مجھ پر ایک زمانہ ایسا گزر چکا ہے جب مجھے مطلقاً پروا نہیں ہوتی تھی کہ میں تم میں سے کس سے خرید رہا ہوں کیونکہ (گڑ بڑ کی صورت میں) اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام اور اگر نصرانی ہوتا تو اس کا حاکم مجھے اس سے میرا

حق دلوادیا کرتا تھا لیکن آج حالت یہ ہے کہ میں صرف فلاں اور فلاں سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۸۱ الرقاق: باب ۳۵ رفع الامانۃ

باب ۶۳: اسلام کی ابتدا غربت اور بے چارگی میں ہوئی ہے اور اسلام پھر دوبارہ اسی حالت میں لوٹ آئے گا اور سمٹ سمٹا کر دو مسجدوں (مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ) کے درمیان باقی رہ جائے گا۔

۸۸.......... حدیث حذیفہؓ: حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؓ نے حاضرین سے دریافت فرمایا: تم میں سے کس شخص کو فتنہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ کہتے ہیں: میں نے کہا کہ مجھے یاد ہے اور بعینہ اسی طرح یاد ہے جس طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا! حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم سے یقیناً اس جرأت کی امید ہوسکتی ہے: میں نے کہا کہ آدمی کا وہ فتنہ جو اس کے اہل و مال اور اولاد و ہمسایہ میں ہوتا ہے اس کا کفارہ تو نماز، روزے، صدقے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے اس فتنہ کے متعلق نہیں پوچھا تھا بلکہ میں اس فتنہ کی بات کر رہا تھا جو طوفانی سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: اے امیر المومنین: اس فتنہ سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا: یہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا: توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو پھر کبھی بند نہ ہوگا! حاضرین نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا: کیا حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ اس دروازہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ دروازہ کے متعلق اس طرح جانتے تھے جیسے تم کو کل سے پہلے رات کے ہونے کا علم ہے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے ایسی حدیث بیان کی تھی جو غلط نہ تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ دروازے کے متعلق حضرت حذیفہؓ سے دریافت کرتے ہوئے ہمیں خوف محسوس ہوا تو ہم نے حضرت مسروقؓ سے کہا کہ وہ دریافت کریں۔ چنانچہ انہوں نے جب حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا تو آپؓ نے کہا کہ دروازہ خود حضرت عمرؓ تھے۔

اخرجہ البخاری فی کتاب مواقیت الصلوٰۃ: باب ۴ الصلوٰۃ کفارۃ

۸۹.......... حدیث ابو ہریرہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان مدینہ کے اندر اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔

اخرجہ البخاری فی کتاب ۲۹ فضائل المدینۃ: باب الایمان یارز الی المدینۃ

باب ٦٥: اگر جان کا خوف ہو تو اسلام و ایمان کو پوشیدہ رکھنا جائز ہے۔

٩٠ .... **حدیث حذیفہ**: حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں ان سب کے نام لکھ کر مجھے دو! چنانچہ ہم نے ایک ہزار پانچسو (١٥٠٠) نام لکھ کر پیش کر دیے اور دل میں کہا کہ ہم اب تک کافروں سے ڈرتے ہیں حالانکہ ہماری تعداد پندرہ سو ہے اور خود کو اس قدر فتنہ میں مبتلا پاتے ہیں کہ ہم میں سے بعض افراد خوف کی وجہ سے تنہا نماز پڑھتے ہیں۔

اخرجہ البخاری فی کتاب ٥٦ الجھاد: باب ١٨١ کتابۃ الامام الناس

باب ٦٦: جس شخص کا ایمان کمزور ہو اور اس کے ایمان کا خطرہ ہو اس کی دلجوئی کا حکم اور دلیل قطعی کے بغیر قطعیت اور یقین کے ساتھ کسی کو مومن کہنے کی ممانعت

٩١ .... **حدیث سعد**: حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری موجودگی میں ایک گروہ کو مال عطا فرمایا اور ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا (کچھ نہیں دیا) جو مجھے سب سے زیادہ پسند تھا چنانچہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں شخص کے ساتھ آپ ﷺ نے یہ رویہ کیوں اختیار فرمایا جب کہ بخدا میرے خیال میں وہ مومن ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: مومن ہے یا مسلمان؟ آپ کا یہ ارشاد سن کر تھوڑی دیر میں خاموش رہا اس کے بعد ان باتوں نے جو میں اس کے متعلق جانتا تھا مجھے پھر بولنے پر مجبور کیا اور میں نے دوبارہ اپنے الفاظ دہرائے کہ یارسول اللہ! آپؐ نے فلاں شخص کے ساتھ یہ رویہ کیوں اختیار فرمایا جب کہ بخدا میرے خیال میں وہ مومن ہے؟ آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا: مومن ہے یا مسلمان؟ یہ سن کر میں کچھ دیر پھر خاموش رہا لیکن ان باتوں نے جو میں اس کے بارے میں جانتا تھا مجھے پھر بولنے پر مجبور کیا اور میں نے اپنی سابقہ بات دہرائی اور آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے الفاظ دہرائے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعدؓ! میں بسا اوقات ایک شخص کو دیتا ہوں (اور دوسرے کو نظر انداز کر دیتا ہوں) جب کہ دوسرا (جس کو نہیں دیتا) مجھے اس سے (جس کو دیتا ہوں) زیادہ پسند ہوتا ہے لیکن اسے اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ (نہ دینے کی صورت میں یہ اسلام ہی سے برگشتہ نہ ہو جائے اور) اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈال دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے

حالات ومناقب

تعارف: آپ کا شمار نہ صرف اہل تقویٰ اور اہل ورع میں ہوتا ہے بلکہ آپ مشائخین کے پیشوا راہ طریقت کے ہادی، ولایت وہدایت کے مہر منور اور کرامت وریاضت کے اعتبار سے اپنے دور کے شیخ کامل تھے۔ آپ کے ہم عصر آپ کو صادق ومقتدا تصور کرتے تھے۔

آپ ابتدائی دور میں ٹاٹ کا لباس، اونی ٹوپی اور گلے میں تسبیح ڈالے صحرا بصحرا لوٹ مار کیا کرتے تھے اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ غارت گری کا پورا مال تقسیم کر کے اپنے لئے اپنی پسندیدہ شے رکھ لیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود نہ صرف خود پنج گانہ نماز کے عادی تھے بلکہ خدام اور ساتھیوں میں جو نماز نہ پڑھتا اس کو خارج از جماعت کر دیتے۔

عجیب واقعات: ایک مرتبہ کوئی مالدار قافلہ اس جانب سے گزر رہا تھا۔ ان میں سے ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اس نے لٹیروں کے خوف سے یہ سوچ کر کہ رقم بچ جائے تو بہت اچھا ہے اور صحرا میں رقم دفن کرنے کے لئے جگہ کی تلاش میں نکلا تو وہاں ایک بزرگ مصلیٰ بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت ان بزرگ کے پاس رکھ کر جب قافلہ میں پہنچا تو پورا قافلہ لٹیروں کی نذر ہو چکا تھا۔ وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لئے ان بزرگ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت لٹیروں کے ساتھ مل کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہیں، اس بیچارے نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی رقم ایک ڈاکو کے حوالے کر دی لیکن حضرت فضیل نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اپنی رقم کی واپسی کے لئے، آپ نے فرمایا کہ جس جگہ رکھ گئے تھے وہیں سے اٹھا لو، جب وہ اپنی رقم لے کر واپس ہو گیا تو آپ کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ رقم باہمی تقسیم کرنے کے بجائے آپ نے واپس کیوں کر دی؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں۔ پھر چند یوم بعد لٹیروں نے دوسرا قافلہ لوٹ

لیا جس میں بہت مال ومتاع ہاتھ آیا، لیکن اہل قافلہ میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی سرغنہ نہیں ہے؟ لٹیروں نے جواب دیا کہ ہے تو سہی لیکن اس وقت وہ لب دریا نماز میں مشغول ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ وقت تو کسی نماز کا نہیں، راہزنوں نے کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو کیا وہ تمہارے ہمراہ نہیں کھاتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ ڈاکوؤں نے کہا نفلی روزے رکھتا ہے۔ یہ حالات سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا اور حضرت فضیل کے پاس جا کر عرض کیا کہ صوم وصلوٰۃ کے ساتھ رہزنی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس شخص نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت فضیل نے یہ آیت تلاوت کی۔ وآخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا۔ یعنی دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عمل صالح کو اس کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ آپ کی زبانی قرآنی آیت سن کر وہ شخص محو حیرت رہ گیا۔

روایت ہے کہ آپ بہت بامروت دیا ہمت تھے اور جس کارواں میں کوئی عورت ہوتی یا جن کے پاس قلیل متاع ہوتی تو اس کو نہیں لوٹتے تھے اور جس کو لوٹتے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ومتاع چھوڑ دیتے۔ ابتدائی دور میں آپ ایک عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اکثر اس کی محبت میں گریہ وزاری کرتے رہتے نہ صرف یہ بلکہ لوٹے ہوئے اثاثے میں سے اپنا حصہ اس عورت کے پاس بھیج دیتے اور گاہے گاہے خود بھی اس کے پاس جاتے رہتے۔

سبق آموز واقعہ: ایک مرتبہ رات میں کوئی قافلہ آ کر ٹھہرا اور اس میں ایک شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ۔ یعنی کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں اس آیت کا فضیل کے قلب پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو اور آپ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ یہ غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا اور اب وہ وقت آ چکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں چل پڑیں۔ یہ کہہ کر زار وقطار روتے ہوئے اس کے بعد سے مشغول ریاضت ہو گئے اور ایک صحرا میں جا نکلے جہاں کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اہل قافلہ میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ فضیل ڈاکے مارتا ہے۔ لہٰذا ہمیں راستہ تبدیل کر دینا چاہئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اب قطعاً بے خوف ہو جاؤ اس لئے کہ میں نے رہزنی سے توبہ کر لی ہے پھر ان لوگوں نے جن کو آپ سے اذیتیں پہنچی تھیں، معافی طلب کر لی لیکن ایک یہودی نے معاف کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط پیش کی کہ اگر سامنے والی پہاڑی کو یہاں سے ہٹا دو تو میں معاف

کردوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی مٹی اٹھانی شروع کردی اور اتفاق سے ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پوری پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہوگئی اور یہودی نے یہ دیکھ کر اپنے قلب سے آپ کی دشمنی ختم کردی اور عرض کیا کہ میں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک تم میرا مال واپس نہیں کروگے میں معاف نہیں کروں گا۔ لہٰذا اس وقت تکیہ کے نیچے اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ آپ اٹھا کر مجھے دے دیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ہوجائے، چنانچہ وہ تھیلی اٹھا کر آپ نے اس کو دے دی۔ اس کے بعد اس نے یہ شرط پیش کی کہ پہلے مجھے مسلمان کرلو پھر معاف کروں گا اور آپ نے کلمہ پڑھا کر اس کو مسلمان کرلیا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ اگر صدق دلی سے تائب ہونے والا خاک کو ہاتھ لگادیتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں تھا اور آج جب کہ میری تھیلی میں مٹی بھری ہوئی تھی اور آپ نے جب مجھ کو دی تو واقعی اس میں سونا نکلا اور مجھے مکمل یقین ہوگیا کہ آپ کا مذہب سچا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی سے استدعا کی میں نے بہت جرائم کئے ہیں لہٰذا مجھے امیر وقت کے پاس لے چلو تاکہ وہ مجھ پر شرعی حدود نافذ کرے اور جب اس نے امیر وقت کے سامنے آپ کو پیش کردیا تو اس نے انتہائی تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کو واپس کردیا اور جب آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر جاکر آواز دی تو بیوی نے ضعف سے بھری آواز سن کر یہ تصور کیا کہ شاید آپ زخمی ہوگئے ہیں اور جب بیوی نے پوچھا کہ زخم کہاں آیا ہے تو فرمایا کہ آج میرے قلب پر زخم لگا ہے۔ پھر بیوی سے کہا کہ میں سفرِ حج پر جانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا اگر تم چاہو تو میں تم کو طلاق دے دوں کیونکہ اس راستے میں تمہیں میرے ہمراہ بڑی بڑی اذیتیں جھیلنی پڑیں گی۔ لیکن بیوی نے کہا کہ خادمہ بن کر تمہارے ہمراہ رہوں گی کیونکہ میرے لئے تمہاری فرقت ناقابل برداشت ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں بھی شریک سفر کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے راستے کی تمام مشکلات دور فرمادیں۔ آپ نے مکہ معظمہ پہنچ کر کعبۃ اللہ کی مجاورت اختیار کرلی اور مدتوں حضرت امام حنیفہؒ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا اور عبادت وریاضت میں معراجِ کمال تک رسائی حاصل کی۔ اہل مکہ آپ کے گرد جمع رہتے اور آپ اپنے مواعظ حسنہ سے انہیں متاثر فرماتے رہتے۔ دریں اثناء آپ کے کچھ اعزہ بغرض ملاقات پہنچے تو آپ نے ان سے ملاقات نہیں کی، لیکن بے حد اصرار کے بعد چھت پر چڑھ کر فرمایا کہ اللہ تم لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے تاکہ کسی اچھے کام میں مشغول ہوجاؤ، یہ الفاظ ان لوگوں پر کچھ ایسے موثر ہوئے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی اور تمنائے ملاقات لئے وطن واپس ہوئے۔

بے نیازی: ایک رات ہارون الرشید نے فضل برمکی کو حکم دیا کہ مجھے کسی درویش سے ملوا دو، چنانچہ وہ حضرت سفیان کی خدمت میں لے گیا اور دروازے پر دستک دینے کے بعد جب حضرت سفیان نے پوچھا کہ کون ہے؟ تو فضل نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین ہارون الرشید تشریف لائے ہیں۔ سفیان نے فرمایا کہ کاش مجھے پہلے علم ہوتا تو میں خود استقبال کے لئے حاضر ہوتا۔ یہ جواب سن کر ہارون نے فضل سے کہا کہ میں جیسے درویش کا متلاشی تھا ان میں وہ اوصاف نہیں ہیں اور تم مجھے یہاں لے کر کیوں آئے؟ فضل نے عرض کیا کہ آپ جس قسم کے بزرگ کی جستجو میں ہیں وہ اوصاف صرف فضیل بن عیاض میں ہیں۔ یہ کہہ کر ہارون کو فضیل بن عیاض کے یہاں لے گیا اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ام حسب الذین اجترحوا السیئیات ان نجعلهم کالذین امنوا۔ یعنی کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنہوں نے برے کام کیئے ہم ان کو نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے۔ یہ سن کر ہارون نے کہا اس سے بڑی نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے پھر جب دروازے پر دستک دینے کے جواب میں حضرت فضیل نے پوچھا کہ کون ہے؟ فضل برمکی نے کہا امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اندر ہی سے فرمایا کہ ان کا میرے پاس کیا کام اور مجھے ان سے کیا واسطہ میری مشغولیت میں آپ لوگ حارج نہ ہوں۔ لیکن فضل نے کہا کہ اولوالامر کی اطاعت فرض ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے اذیت نہ دو پھر فضل نے کہا آپ اندر داخلے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بلا اجازت داخل ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اجازت نہیں دیتا ویسے بلا اجازت داخلے میں تم مختار ہو اور جب دونوں اندر داخل ہوئے تو آپ نے شمع بجھا دی تاکہ ہارون کی شکل نظر نہ آئے لیکن اتفاق سے تاریکی میں ہارون کا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر پڑ گیا تو آپ نے فرمایا کہ کتنا نرم ہاتھ ہے۔ کاش جہنم سے نجات حاصل کر سکے یہ فرما کر نماز میں مشغول ہو گئے اور فراغت نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ آپ کچھ ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد حضور اکرم کے چچا تھے اور جب انہوں نے حضور اکرم سے استدعا کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمران بنا دیجئے تو حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے نفس کا حکمران بناتا ہوں کیوں کہ دنیاوی حکومت تو روز محشر وجہ ندامت بن جائے گی۔ یہ سن کر ہارون نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو سلطنت حاصل ہوئی تو انہوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اوپر ایک ایسا بار گراں ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ آپ ہر سن رسیدہ مومن کو باپ کی جگہ تصور کریں اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی کے اور بیٹے کے تصور کریں اور عورتوں کو ماں بیٹیاور بہن سمجھیں اور انہیں رشتوں کے مطابق ان سے حسن

سلوک سے پیش آئیں۔ ہارون الرشید نے پھر عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ پوری مملکت اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو، بزرگوں پر مہربانی کرو، چھوٹوں سے بھائیوں اور اولادوں کی طرح پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین وجمیل صورت نار جہنم کا ایندھن نہ بن جائے کیونکہ محشر میں بہت سی حسین صورتوں کا نار جہنم جا کر حلیہ تبدیل ہو جائے گا اور بہت سے امیر اسیر ہو جائیں گے، اللہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لئے ہمیشہ چوکس رہو کیونکہ وہاں تم ایک ایک مسلمان کی باز پرس ہوگی اور اگر تمہاری قلمرو میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سوگئی تو محشر میں تمہارا گریبان پکڑے گی، یہ نصیحت آمیز گفتگو سنتے سنتے ہارون پر غشی طاری ہوگئی اور فضل برمکی نے حضرت فضیلؒ سے کہا کہ جناب بس کیجئے۔ آپ نے تو امیر المومنین کو نیم مردہ ہی کر دیا ہے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ اے ہامان خاموش ہو جا میں نے نہیں بلکہ تو نے اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ درگور کر دیا ہے۔ یہ سن کر ہارون پر مزید رقت طاری ہوگئی اور فضل برمکی سے کہا کہ مجھے فرعون تصور کرنے کی نسبت سے تجھے ہامان کا خطاب دیا ہے۔ پھر ہارون نے پوچھا کہ آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟ فرمایا بے شک اللہ کا قرض دار ہوں اور اس کی ادائیگی صرف اطاعت ہی سے ہو سکتی ہے لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیوں کہ محشر میں میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہوگا۔ پھر ہارون نے عرض کی کہ میرا مقصد دنیاوی قرض تھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہی اتنی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت نہیں اس کے باوجود ہارون نے بطور نذرانہ ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ رقم مجھے اپنی والدہ کے ورثہ میں حاصل ہوئی ہے اس لئے قطعاً حلال ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف میری تمام پند ونصائح بے سود ہو کر رہ گئیں کیونکہ تم نے ذرا سا بھی اثر قبول نہیں کیا۔ میں تو تمہیں دعوت نجات دے رہا ہوں اور تم مجھے قعر ہلاکت میں جھونک دینا چاہتے ہو۔ کیونکہ مال مستحقین کو ملنا چاہئے وہ تم غیر مستحقین میں تقسیم کرنے کے خواہاں ہو۔ اس کے بعد ہارون نے رخصت ہوتے وقت فضل برمکی سے کہا یہ واقعی صاحب فضل بزرگوں میں سے ہیں۔

ولی کی اولاد: حضرت فضیل ایک مرتبہ اپنے بچے کو آغوش میں لئے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا کہ کیا آپ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں؟ فرمایا کہ بے شک، پھر بچے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب سمجھتے ہیں، پھر ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع ہو سکتی ہے، یہ سنتے ہی بچے کو آغوش سے اتار کر مصروف عبادت ہو گئے۔

میدان عرفات میں لوگوں کی گریہ وزاری کا منظر دیکھ کر فرمایا کہ اگر اتنی گریہ وزاری کے ساتھ کسی

بخیل سے بھی دولت طلب کریں تو شاید وہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اے مالک حقیقی اتنی گریہ وزاری کے بعد مغفرت طلب کرنے والوں کو تو یقیناً معاف فرمادے گا۔ عرفہ کی شب میں کسی نے آپ سے سوال کیا کہ عرفات کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟ فرمایا کہ اگر فضیل ان میں شامل نہ ہوتا تو یقیناً سب کی مغفرت ہو جاتی۔

رموز واشارات: آپ سے کسی نے سوال پوچھا کہ خدا کی محبت معراج کمال تک کس وقت پہنچی؟ ۔فرمایا کہ جب جب دنیا اور دین بندے کے لئے مساوی ہو جائے، پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی فرد اس خوف سے لبیک نہ کہتا ہو کہ جواب نفی میں نہ مل جائے تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ اس سے زیادہ بلند مرتبت کوئی نہیں، پھر اس دین کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل دین کی بنیاد ہے اور عقل کی بنیاد علم اور علم کی بنیاد صبر ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت فضیل کو یہ کہتے سنا ہے کہ طالب دنیا رسوا اور ذلیل ہوتا ہے اور جب میں نے اپنے لئے کچھ نصیحت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ خادم بنو مخدوم نہ بنو، کیونکہ خادم بننا ہی وجہ سعادت ہے، ایک مرتبہ بشر حافی نے پوچھا کہ زہد ورضا میں افضل کون ہے؟ فرمایا کہ رضا کو فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ جو راضی برضا رہتا ہے تو وہ اپنی بساط سے زیادہ طلب نہیں کرتا۔

سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن وحدیث کے بیان کے بعد میں نے عرض کیا کہ آج کی نشست اور رات دونوں مبارک ہیں۔ خلوت سے کہیں زیادہ افضل فرمایا کہ یہ نہ کہو آج کی شب تمام راتوں سے قبیح ہے کیونکہ آج کی شب ہم دونوں اسی تصور میں غرق رہے کہ گفتگو کا موضوع ایسا ہونا چاہئے جو ہم دونوں کا پسندیدہ ہو، جب کہ اس تصور سے خلوت نشینی اور ذکر الٰہی میں مشغولیت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

ارشادات: آپ نے حضرت عبداللہ کو سامنے سے آتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ ورنہ میں لوٹ جاؤں گا۔ تمہاری آمد کی غایت صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کریں ایک مرتبہ آپ نے کسی سے حاضر خدمت ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ میری آمد کا مقصد آپ کی شیریں بیانی سے محظوظ ہونا ہے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات میرے لئے بہت ہی وحشت انگیز ہے کیونکہ تمہاری آمد کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم دونوں جھوٹ اور فریب میں مبتلا ہیں لہٰذا یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میری خواہش صرف اس غرض سے علیل ہو جانے کی ہے کہ باجماعت نماز ادا نہ کرنی پڑے اور کسی کی شکل تک نظر نہ آئے کیونکہ بندگی ایک ایسی خلوت نشینی کا نام ہے جس میں کسی کی صورت نظر نہ پڑے اور میں ایسے شخص کا بہت ممنون ہوتا ہوں جو نہ مجھے سلام کرے اور نہ مزاج پرسی کو آئے۔ کیونکہ لوگوں سے میل ملاپ اور عدم تنہائی نیکی سے بہت دور کر دیتے ہیں اور جو شخص محض اعمال پر گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو لغو اور بے سود ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوست کو غم اور دشمن کو عیش عطا کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح جنت میں رونا عجیب سی بات ہے اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ نہ جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی جگہ، اور جس کا قلب خشیت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے اس سے ہر شئے خوفزدہ رہتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بندے میں زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے پوری امت محمدی میں ابن سیرین سے زیادہ بیم و رجا کے عالم میں کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا اگر دنیا کی ہر لذت میرے لئے جائز کر دی جاتی، جب بھی میں دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا لوگ حرام اور مردہ شئے سے نادم ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے برائیوں کے مجموعہ کو دنیا کا نام دے دیا ہے اور دنیا سے بری الذمہ ہو کر لوٹنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا دنیا میں آنا آسان ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ دارالامراض میں پاگلوں کے مانند تنگ جگہ میں زندگی گزار دیتے ہیں، پھر فرمایا کہ اگر آخرت خاکی ہوتی اور دنیا زر خالص۔ پھر بھی دنیا فانی رہتی اور لوگوں کو خواہش خاکی ہونے کے باوجود آخرت ہی کی جانب ہوتی، لیکن دنیا خاکی ہے اور آخرت زر خالص پھر آخرت کی جانب لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی، پھر فرمایا کہ دنیا میں جب کسی کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے تو آخرت میں اس کے سوحصے کم کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہاں تو صرف وہی ملے گا جو دنیا سے کمایا ہے۔ لہٰذا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ حصہ آخرت میں کمی کر لے یا زیادتی پھر فرمایا کہ دنیا میں عمدہ لباس اور اچھا کھانے کی عادت نہ ڈالو کیونکہ محشر میں ان چیزوں سے محروم کر دیئے جاؤ گے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کرام میں سے کسی ایک نبی سے پہاڑ پر ہم کلام ہوں گے، چنانچہ طور سینا کے علاوہ تمام فخر و تکبر کا شکار ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا، کیونکہ عجز خدا کی پسندیدہ شئے ہے۔ پھر فرمایا کہ تین چیزوں کا حصول ناممکن ہے اس لئے ان کی جستجو نہ کرو۔ اول ایسا عالم جو مکمل طور پر اپنے علم پر عمل پیرا ہو، دوم ایسا عامل جس میں اخلاص بھی ہو، سوم وہ بھائی جو عیوب سے پاک ہو، کیونکہ جو فرد اپنے بھائی کا ظاہر دوست ہے اور باطنی دشمن ہو اس پر سدا خدا کی لعنت رہتی ہے اور اس کی سماعت و بصارت سلب کر لئے جانے کا خدشہ رہتا ہے، پھر فرمایا کہ ایک دور

وہ بھی تھا کہ جب عمل کو ریا تصور کیا جاتا تھا اور ایک دور یہ ہے کہ بے عملی ریا میں شامل ہے۔ یاد رکھو دکھاوے کا عمل شرک میں شامل ہے۔ پھر فرمایا کہ زاہد اہل معرفت وہی ہے جو مقدرات پر شاکر و قانع رہے اور مکمل خدا شناس عبادت بھی مکمل کرتا ہے اور کسی سے اعانت کا طالب نہ ہو وہ جوان مرد ہے، پھر فرمایا کہ متوکل وہی ہے جو خدا کے سوا نہ تو کسی سے خائف ہو اور نہ کسی سے امیدیں وابستہ کرے، کیونکہ توکل خدا پر شاکر و قانع رہنے کا نام ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر لوگ تم سے سوال کریں کہ کیا تم خدا کے محبوب ہو؟ تو کوئی جواب نہ دو اور نہ اپنی محبوبیت کا انکار کرو ورنہ تمہیں حلقۂ اسلام سے خارج رکھا جائے گا۔ اور اگر محبوبیت کا دعویٰ کرو گے تو دروغ گوئی ہوگی کیونکہ تمہارا کوئی عمل خدا کے محبوبوں جیسا نہیں ہے، فرمایا جب حوائج ضروریہ کی وجہ سے ذکر الٰہی سے محروم ہو جاتا ہوں تو بے حد ملامت ہوتی ہے حالانکہ تین یوم کے بعد رفع حاجت کے لئے جاتا ہوں پھر فرمایا کہ بہت سے لوگ غسل کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے بد باطن حج و زیارت کعبہ کے بعد بھی نجس لوٹتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دانشمندوں سے جنگ کرنا احمقوں کے ساتھ مٹھائی کھانے سے زیادہ سہل ہے۔ پھر فرمایا جو لوگ چوپایوں پر لعن طعن کرتے ہیں تو وہ چوپائے کہتے ہیں کہ ہم میں اور تجھ میں جو لعنت کا زیادہ مستحق ہو اس پر لعنت ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر مجھے اپنی دعا کی مقبولیت کا ایقان ہوتا تو میں اپنے بجائے سلطان وقت کے لئے دعا کرتا، تاکہ مخلوق کو زیادہ سکون حاصل ہوتا کیونکہ اپنے لئے دعا کرنے میں اپنا ہی مفاد پوشیدہ ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ کھانے اور سونے کی زیادتی باعث ہلاکت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ دو خصلتیں حماقت پر مبنی ہیں اور بلاوجہ ہنسنا۔ دوم دن رات کی بیداری سے گریز کرنا اور خود عمل نہ کرتے ہوئے دوسروں کو نصیحت کرنا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور جو مجھے بھلاتا ہے میں اس کو بھلا دیتا ہوں اور میرے فعل کے بعد مجھے یاد کرنا جرم ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معصیت کرنے والوں کو مبارک باد دے دو کہ جب تم توبہ کرو گے میں قبول کروں گا اور صدیقین کو ڈرا دو کہ اگر میں محشر میں عدل کروں گا تو سب مستوجب عذاب ہوں گے۔

واقعات : ایک مرتبہ آپ کے بچے کا پیشاب بند ہو گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تجھے میری دوستی کی قسم اس کا مرض دفع فرما دے، چنانچہ بچہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا اور اپنی دعاؤں میں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ اللہ تیرا دستور تو یہ ہے کہ اپنے محبوب بندوں اور ان کے بیوی بچوں کو بھوکا ننگا رکھتا ہے اور ان کو ایسی غربت دیتا ہے کہ گھروں میں روشنی تک کا انتظام نہیں ہوتا پھر بھلا تو نے مجھے دولت کیوں عطا فرمائی؟ میں تیرے محبوب بندوں کے مرتبہ کا فرد نہیں ہوں اور کبھی عذاب سے نجات دے کر میرے حال

پر کرم فرما، کیونکہ تو عظیم وستار ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کو تیس برس کسی نے بھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا لیکن جب آپ کے صاحب زادے کا انتقال ہوا تو مسکراتے رہے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے خوش ہوا لہٰذا میں بھی اس کی رضا میں خوش ہوں۔

کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ آپ کے سامنے آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے بچے کے نزدیک جا کر تلاوت کرو، تا کہ سورہ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ ذکر قیامت سننے کی استطاعت نہیں رکھتا مگر قاری نے وہاں پہنچ کر یہی سورت قرأت کی اور آپ کے صاحب زادے ایک چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپ نے فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر اس لئے رشک نہیں آتا کہ ان کے لئے بھی قبر و قیامت اور جہنم و پل صراط کا مرحلہ ہے اور وہ بھی نفسی نفسی کی منزل سے گزریں گے اور ملائکہ پر اس لئے رشک نہیں آتا کہ وہ انسانوں سے زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں البتہ ان پر ضرور رشک آتا ہے جنہوں نے شکم مادر سے جنم ہی لیا ہے انتقال کیوقت آپ کی دو صاحب زادیاں موجود تھیں چنانچہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے بعد دونوں کو وہ ابوقبیس پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا کہ فضیل نے زندگی بھر انہیں پرورش کیا اور جب کہ وہ قبر میں جا چکا ہے تو یہ دونوں تیرے سپرد ہیں چنانچہ بیوی نے وصیت پر عمل کیا اور ابھی دعا ہی میں مشغول تھیں کہ سلطان یمن ادھر آ نکلا اور اس نے دونوں صاحب زادیوں کو اپنی کفالت میں لے کر ان کی والدہ سے اجازت کے بعد اپنے دو لڑکوں سے شادی کر دی۔

روایت: عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فضیلؒ کی موت کے وقت زمین و آسمان حزن و ملال میں غرق تھے۔

☆☆☆

کبیرہ گناہوں کا علاج توبہ ہے

واستغفرہ انہ کان توابا (نصر) اور اس سے مغفرت چاہو کیونکہ اللہ تو قبول کرنے والا ہے۔

(۱) کبیرہ گناہ سے توبہ کی جائے تو کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا (ابن عساکر) (۲) گناہوں کی بڑی عمارت صرف توبہ سے ہی ڈھائی جاتی ہے (ثعلبی) (۳) اگر تم سے زمین و آسمان بھر گناہ بھی سرزد ہو جائیں اور تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا (ابن ماجہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گلستان سعدی

از:..................حضرت مولانا شیخ سعدیؒ

قطعہ

مکن فراخ روی در عمل اگر خواہی — کہ روزِ رفع تو باشد مجالِ دشمن تنگ

کام میں پھیلا دانہ پیدا کر اگر تو چاہتا ہے — کہ تیری پیشی کے دن دشمن کے لئے میدان تنگ ہو

تو پاک باش برادر مدار از کس باک — زنند جامۂ ناپاک گازراں بر سنگ

اے بھائی تو پاک رہ اور کسی کا خوف نہ کر — کیونکہ ناپاک کپڑے ہی کہ دھوبی پتھر پر کوٹتے ہیں

گفتم حکایت روباہے مناسب حال تست کہ دیدندش گریزاں و بخویشتن
میں نے کہا ایک لومڑی کا قصہ تیرے حال کے مناسب ہے جس کو لوگوں نے بھاگتے ہوئے اور گرتے
افتان وخیزاں کسے گفتش چہ آفت ست کہ موجب مخالفت است گفتا
پڑتے ہوئے دیکھا کسی نے اس سے دریافت کیا کہ کیا مصیبت ہے جو ڈر کا سبب ہے اس نے کہا
شنیدم کہ شیر را بہ سخرہ می گیرند گفت اے سفیہ ترا با شیر چہ مناسبت ست
میں نے سنا ہے کہ شیر کو بیگار میں پکڑ رہے ہیں اس نے کہا اے بے وقوف تجھے شیر سے کیا نسبت ہے
و اورا با تو چہ مشابہت گفت خاموش کہ اگر حسوداں بغرض گویند کہ اینہم
اور اس کو تجھ سے کیا مشابہت۔ اس نے کہا چپ رہ کہ اگر حاسد لوگ دشمنی میں کہدیں کہ یہ بھی
بچہ شیر ست وگرفتار آیم کرا غم تخلیص من دارد کہ تفتیش حال من کند وتا
شیر کا بچہ ہے اور میں پکڑی جاؤں تو مجھے چھڑانے کا کسے غم ہوگا کہ جو میرے حال کی چھان بین کرے گا اور جب تک
تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مُردہ شود ہمچنیں فضل ست و دیانت

عراق سے تریاق لایا جائے گا سانپ کا ڈسا ہوا مردہ ہوجائے گا بے شک تجھ میں بزرگی ، دیانت

وتقویٰ وامانت ولیکن متعنتاں در کمین اندو مدعیاں گوشہ نشیں

پرہیز گاری اور امانت ہے لیکن نکتہ چیں گھات میں ہیں اور دشمن گوشوں میں چھپے ہیں!

گر آنچہ سیرت تست بخلاف آں تقریر کنند و در معرض خطاب بادشاہ آئی

اگر وہ لوگ تیری عادت کے خلاف ثابت کریں اور تو بادشاہ کے روبرو جواب طلبی کے لئے جائے

دراں حالت کرا مجال مقالت باشد پس مصلحت آں می بینم کہ ملک قناعت را

تو اس حالت میں کس کو بات کرنے کی طاقت ہوگی۔ لہٰذا میرے نزدیک مناسب یہی ہے کہ تو قناعت کے ملک ہی کی

حراست کنی و ترک ریاست گوئی۔

نگہبانی کرے اور سرداری کا خیال چھوڑ دے۔

قطعہ

بہ دریا در منافع بے شمار ست اگر خواہی سلامت بر کنار ست

دریا میں بے شمار منافع ہیں ! اگر سلامتی چاہتا ہے تو وہ کنارے پر ہے

رفیق چوں ایں سخن بشنید بہم برآمد و روئے از حکایت من در ہم کشید و سخنہائے

دوست نے جب یہ بات سنی ناراض ہوگیا اور یہ حکایت سن کر منہ بگاڑ لیا اور رنجش آمیز

رنجش آمیز گفتن گرفت کہ ایں چہ عقل و کفایت ست و فہم و درایت قول حکما

باتیں شروع کردیں کہ یہ کون سی عقلمندی ، ذہانت اور سمجھ بوجھ کی بات ہے۔ دانشمندوں کی

درست آمد کہ گفتہ اند دوستاں در زنداں بکار آیند کہ بر سفرہ ہمہ دشمناں

یہ بات درست نکلی کہ انہوں نے کہا ہے دوست وہ ہیں جو قید خانہ میں کام آئیں اس لئے کہ دستر خوان پر تو سب

دوست نماید

دشمن بھی دوست ہی نظر آتے ہیں۔

قطعـــــہ

دوست مشمار آنکہ درنعمت زند　　لافِ یاری وبرادر خواندگی
اس کو دوست نہ گن جو عیش کے زمانہ میں　　دوستی اور بھائی بندی کی ڈینگیں مارے

دوست آں دانم کہ گیرد دستِ دوست　　در پریشاں حالی و درماندگی
میں اس کو دوست سمجھتا ہوں جو دوست کی عاجزی　　اور پریشانی کی حالت میں دستگیری کرے

دیدم کہ متغیر می شود و نصیحتِ من بہ غرض می شنود نزدیک صاحبِ دیواں
میں نے دیکھا کہ وہ.....بگڑ رہا ہے اور میری نصیحت کو خود غرضیانہ سمجھ کر سن رہا ہے میں کچہری کے افسر کے پاس

رفتم بسابقہ معرفتے کہ درمیانِ مابود صورتِ حالش بگفتم واہلیّت و
گیا اور اپنی پہلی جان پہچان کی بنا پر میں نے اس دوست کی حالت بیان کی اور اس کی قابلیت اور

استحقاقش بیاں کردم تابکارے مختصرش نصب کردند چندے بریں برآمد
استحقاق کو بتایا چنانچہ ایک معمولی کام پر اس کو لگادیا اس بات کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ

لطف طبیعتش را بدیدند وحسن تدبیرش را بہ پسندیدند کارش ازاں درگزشت
انہوں نے اس کی طبیعت کو پاکیزگی کا اندازہ کرلیا اور اس کی حسن تدبیر کو پسند کیا اس کا کام اس سے بڑھ گیا

و بہ مرتبۂ بالاتر ازاں متمکن شد ہمچناں نجم سعادتش درترقی بود تا بہ اوج
اور اس عہدہ سے بڑے عہدہ پر پہونچ گیا اسی طریقہ پر اس کی نیک بختی کا ستارہ ترقی پر تھا یہاں تک کہ ارادتمندی

ارادت در رسید ومقرب حضرت سلطان ومعتمد علیہ گشت برسلامت
کی بلندی پر پہونچ گیا اور شاہی دربار کا مقرب اور معتمد علیہ بن گیا اس کی حالت کی سلامتی

حالش شادمانی کردم وگفتم
پر میں خوش ہوا اور میں نے کہا۔

فــــــرد

زکارِ بستہ میندیش و دل شکستہ مدار — کہ آبِ چشمۂ حیواں درونِ تاریکیست

ناکامی کا فکر نہ کر اور دل نہ توڑ ! — کیونکہ حیات کے چشمہ کا پانی تاریکی میں ہے

شعــــــــر

الا لا یجارن اخو البلیۃ — فللرحمن الطاف خفیۃ

مصیبت زدہ ہرگز نہ بلبلائے — اس لئے کہ خدا کی چھپی ہوئی مہربانیاں ہیں

☆☆☆☆

حب رسول کمال ایمان کی شرط ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران) (اے محمدؐ) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم کو چاہے۔

(۱) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک (۱) اس کے نفس سے (۲) اور اس کے مال سے (۳) اور اس کی اولاد سے (۴) اور اس کے باپ سے (۵) اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

نکات تصوف: حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے نزدیک کمال ایمان کی تین شرطیں ہیں۔ (۱) خوف (۲) رجا (۳) محبت (۱) خوف کی وجہ سے ترک گناہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ خوف زدہ گناہ سے خوف کرتا رہتا ہے۔ کہ آتش دوزخ سے نجات پائے (۲) رجا (امید) کے باعث طاعت وعبادت میں ہے تاکہ نعمائے جنت سے کامیاب ہو (۳) محبت کے ذریعہ مکروہات اور بلیات حریض ہوتا ہے تاکہ منصب رضا اس کو حاصل ہو (دلیل العارفین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقویٰ اور اس کی اقسام

از: ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ پاکستان

عرف عام میں تقویٰ پرہیزگاری، کثرت عبادت وریاضت اوامر ونواہی پر کاربندی اور خواہشات نفس کو شریعت کے تابع کر دینے سے عبارت ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان اس کام سے پرہیز کرے جس سے اس کا رب ناراض ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب بنے متقی وہاں کبھی نہ پھٹکے۔

عربی لغت میں نفس کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھنا جو اس کو نقصان دے، تقویٰ کہلاتا ہے چنانچہ مرد مومن کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز اس کے مالک وخالق اور محبوب حقیقی کی ناراضگی اور درشتی ہے۔ لہٰذا وہ مقدور بھر کوشش کرتا ہے کہ اس سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جو اللہ جل مجدہ کی ناراضگی کا سبب بنے، بلکہ اسے ہمہ وقت ایسے امور کی انجام دہی کی خواہش اور تمنا ہوتی ہے جو اس کے محبوب کی التفات وعنایات کریمانہ کا موجب اور اس کی رضا کے حصول کا سبب ہوں۔ چنانچہ بندۂ مومن جب تقویٰ کے جملہ تقاضے پورے کر لے تو اس کو اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے اور رضائے الٰہی کا یہی حصول انسان کی سب سے بڑی کامیابی اور بندگی کا سب سے بہتر ماحصل ہے۔ قرآن واحادیث کے مطالعے سے یہ حقیقت بآسانی مترشح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت کا مقصود ومدعا ہی دولت تقویٰ کا حصول بیان فرمایا ہے جیسا کہ روزہ کی غرض وغایت بیان فرماتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ ۲: ۱۸۳)	(ترجمہ) اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

دراصل تقویٰ ہی مومن کی معراج اور اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ یہی وجہ ہے صوفیاء کرامؒ نے اپنی ساری زندگیاں اس کے حصول میں کھپا دیں، اور جب کسی کی زندگی اللہ کی رضا میں کھپ جائے اور ختم ہو جائے تو وہی دنیوی واخروی نعمت ہائے خداوندی کا حقدار ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کا یہ ثمر ان

الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۔(الزمر،۳۹:۳۴)

ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے۔ نیکو کاروں کا یہی بدلہ ہے۔

لہذا قرآن نے متعدد مقامات پر مختلف انداز سے تقویٰ کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران ۳:۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے۔

تقویٰ اور حق بندگی : خوف الٰہی اور تقویٰ کا حق تب ادا ہوتا ہے جب انسانی جسم کا ہر ہر عضو اللہ کے خوف کا حال حاصل کرلے۔ یعنی انسان کی زبان میں اللہ کا خوف ہو۔ دل ونگاہ بھی خوف الٰہی میں ہوں۔ ہاتھ پاؤں کی حرکات وسکنات سے بھی خشیت ایزدی ٹپک رہی ہو، انسانی پیٹ میں بھی اللہ کا ڈر سما جائے حتیٰ کہ پورے جسم کی محنت میں اللہ کا خوف مضمر ہو۔ پھر کہیں جا کر انسان اس آیت قرآنی ''اتقوا اللہ حق تقتہ'' کا مصداق بنتا ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم ساری زندگی حق تقویٰ کی ادائیگی میں ختم کردیں، اور محنت ومجاہدے میں اپنے آپ کو ہٹا دیں، پھر بھی تقویٰ کے تقاضے کما حقہ پورے نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی ملکوتی مخلوق میں ملائکہ کی کثیر تعداد بارگاہ خداوندی میں لاکھوں کروڑوں برسوں سے رکوع وسجود اور قیام میں مصروف عبادت ہے اور قیامت تک اسی کیفیت میں رہے گی۔ اور جب بھی وہ خدا کی بارگاہ ذی شان میں سر اٹھائیں گے تو عرض کریں گے۔

ماعبدك حق عبادتك

اے اللہ! ہم تیری بندگی کا حق ادا نہیں کرسکے

تقویٰ کی تقسیم: معروف متقی بزرگ اور نامور فقیہ شیخ ابواللیث سمرقندیؒ کے قول کے مطابق تقویٰ یعنی خوف الٰہی کی سات بنیادی اقسام ہیں، ہم بالترتیب ان اقسام کی مختصراً وضاحت کریں گے۔

(۱) **زبان کا تقویٰ**: زبان کا کم از کم تقویٰ یہ ہے کہ ہماری زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہ آئے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ زبان سے صادر ہونے والے کلمات دو طرح کے ہوسکتے ہیں اگر انسان حق وصداقت پر مبنی کلمات ادا کرتا ہے اور اس کی پابندی کرے تو وہ زبان سے صادر ہونے والے

گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

زبان کی آفتیں: ورنہ بہت سی برائیاں ایسی ہیں جن کا سبب انسان کی زبان ہے مثلاً چغلی، بدکلامی، جھوٹ، غیبت وغیرہ سب کا مصدر انسان کی زبان ہے۔ مثلاً غیبت کو لیجئے۔

غیبت کیا ھے؟: غیبت یہ ہے کہ کسی شخص میں کوئی ایسی برائی یا عیب ہے یا کوئی بھی ایسی بات جسے اگر اس کے سامنے ذکر کیا جاتا تو اس کو وہ پسند نہ کرتا اور کوئی دوسرا شخص اس کی عدم موجودگی میں کسی اور کے سامنے ان عیوب کا اس لئے ذکر کرے کہ یہ بھی فلاں کو میری طرح حقیر سمجھے تاکہ مذکورہ شخص کی تذلیل وتضحیک ہو سکے یا لوگوں کے سامنےوہ بے نقاب ہو اس کے عیوب ونقائص کا چرچا ہو تو یہ اس کی غیبت ہے اور اس کا مرتکب خدا تعالیٰ کے ہاں اتنا مغضوب اور گناہگار ہے کہ قرآن حکیم ایسے شخص کو اپنے مرے ہوئے حقیقی بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف سمجھتا ہے۔

جس طرح اپنے سگے بھائی کا گوشت کھانا انسان طبعاً ناپسند کرتا ہے، بلکہ اس کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ قرآن کا مدعا یہ ہے کہ غیبت کے ارتکاب سے بھی اتنی ہی ناپسندیدگی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ لہٰذا تقویٰ کی ابتدائی شرط زبان کو غیبت، چغلی اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھنا ہے۔

لغویات سے پرھیز: غیبت کے بعد زبان سے ہر اس بات کی ممانعت کی گئی جس سے اخلاقی قدریں متاثر ہوں۔ ان میں بدکلامی، جھوٹ، دل آزاری کی گفتگو کے علاوہ از روئے مذاق آپس میں فحش اور لچر گفتگو کرنا، گالی گلوچ اور جھوٹ بولنا بھی لغویات زبان میں شامل ہیں۔

تقویٰ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم خواہ کاروبار میں گاہکوں سے بات کریں یا بچوں سے روزمرہ گفتگو، خواہ نجی معاملات ہوں یا سیاسی ودینی مسائل، دوستوں سے مخاطب ہوں یا دشمنوں سے ہمکلام، ہر صورت میں زبان کی حفاظت کریں، کہیں زبان پر ایسا کلمہ نہ آجائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو، ورنہ زبان تقویٰ سے محروم ہو جائے گی۔

(۲)دل کا تقویٰ: دل کا تقویٰ یہ ہے کہ انسان دل میں بھی اللہ کا خوف رکھے۔ حضرت ابو اللیث، امام غزالیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دل کا عناد، کینہ اور انتقام کی جیسی چیزوں سے بھی منزہ اور مبرا رکھے کیونکہ یہ سب ناپاک خصلتیں اور اخلاقی رذائل ہیں۔

حسد دل کی تمام روحانی بیماریوں کی جڑ ھے: حسد کو بطور خاص ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس خطرناک مرض سے ہمارا دل صاف ہو جائے تو سمجھ لیں ہمارے

دلوں سے بدی کا پورا اجڑوں سے اکھڑ گیا۔ جب تک ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے نفرت اور حسد کا جذبہ رکھیں گے ہمارے دلوں میں عبادتیں، ریاضتیں، توبہ واستغفار اور اسی طرح دوسرے اعمال صالحہ کے انبار بھی تقویٰ پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ تمام اخلاقی رذائل انسان کی روح کو مردہ بنادیتے ہیں۔ جب تک روح کو ان خصائل بد سے صاف نہ کیا جائے گا تقویٰ کا پودا دل کی زمین پر نمو پا ہی نہیں سکتا۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نماز، روزے کے بھی پابند ہیں۔ زکوٰۃ دینے کے ساتھ ساتھ صدقات وخیرات بھی کرتے ہیں، تسبیح واستغفار بھی پڑھتے ہیں۔ الغرض جملہ عبادتیں، ریاضتیں، اور اعمال صالحہ سرانجام دینے کے بعد انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں نے تو کئی سالوں سے ایک نماز بھی قضا نہیں کی، میں تو تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ چنانچہ اس کی نگاہوں میں بزعم خویش اعمال صالحہ اور حسنات کے ڈھیر لگ جاتے ہیں اور اسے ان نیکیوں کی انجام دہی کے سہارے اللہ کی رحمت سے امید بھی واثق ہو جاتی ہے لیکن اگر بدقسمتی سے دل تقویٰ کی دولت سے خالی ہے اس میں اللہ کے بندوں کے لئے حسد و بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے، تو اس کے یہ تمام نیکیوں کے ڈھیر اور عمل صالحہ، تسبیحات واستغفار کے انبار اور حج وزکوٰۃ وغیرہ اس طرح ختم ہو جاتے ہیں جس طرح خشک لکڑی آگ میں جل کر راکھ بن جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف اس پر گواہ ہے۔

الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب	حسد نیکیوں کو اس طرح برباد کرتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو جلا دیتی ہے

(منہاج العابدین للغزالی ص ۱۲۴)

بعض اولیاء کرامؒ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ تشریح بیان فرماتے ہیں کہ حسد عبادتوں اور ریاضتوں کے ذخیرے کو اسی طرح جلا دیتا ہے جس طرح ماچس کی ایک تیلی ہزاروں من روئی کے ڈھیر چند لمحوں میں ختم کر دیتی ہے۔

دلوں کے تقویٰ کے لئے حسن نیت، حسن خلق اور اخلاص کا ہونا ضروری ہے جو کہ حسد و بغض اور تنگ نظری کو ختم کئے بغیر قطعاً بیدار نہیں ہو سکتے۔

اگر دل ہی پاک نہ ہو تو باقی جسم کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔ دلوں کا تقویٰ اس لئے بھی انسانی سیرت و کردار کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ دل پورے جسم کے جملہ نظام کا مرکز ہے۔

دلوں کی طہارت ہی جسمانی طہارت ہے: اسی لئے نبی کریم

ﷺ نے فرمایا:

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسدا لجسد كله الا وهی القلب۔
(بخاری ج ا کتاب الایمان)

جان لو جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو تمام جسم درست، اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو تمام جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور خبردار رہو یہ ٹکڑا دل ہے

تقویٰ کا تعلق دل سے ہے : تقویٰ دراصل دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جس سے انسان کے اندر از خود نیکی کا جذبہ اور رذائل اخلاق سے اجتناب کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایسا نور ہے جس کا مصدر یہی دل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس حقیقت کو کئی مقامات پر واضح فرمایا مثلاً:

ومن يعظم شعآئر الله فانها من تقوى القلوب (الحج ۳۲:۲۲)

اور جو اللہ کی نشانیوں کا ادب واحترام کرتا ہے تو یہ (تعظیم) اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے (یعنی یہ اس کے قلب کی پاکی کی بات ہے۔

اصل تقویٰ دل کا ہے۔ اللہ تعالےٰ جب کسی کو چنتا ہے اور اس پر کرم واحسان کرتا ہے تو اس کے دل کو تقویٰ عطا کر دیتا ہے۔ اس کو نوافل، تسبیحات وغیرہ کی ادائیگی کی توفیق دیتا ہے اگرچہ یہ بھی توفیق الٰہی سے ہے، مگر جب دل تقویٰ کے نور سے آراستہ ہوں گے تو اس حالت میں پڑھے گئے دو نوافل اس حالت کے بغیر پڑھے گئے دو لاکھ نوافل سے بہتر ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خلوص کے ساتھ کوئی شخص اگر ایک رائی کے برابر خرچ کرے گا اس کا وہ انفاق اجر کے اعتبار سے احد پہاڑ سے بڑھ کر ہوگا۔

(۳) **آنکھ کا تقویٰ:** دل کے تقوے کے بعد آنکھ کا تقویٰ ہے۔ آنکھوں کا تقویٰ یہ ہے کہ انہیں حرام اور ممنوعات کو دیکھنے سے محفوظ رکھا جائے، نگاہیں پاک ہوں اور اللہ کے شوق اور خوف میں ہمہ وقت آبدیدہ رہیں، تو ان میں تقویٰ اور طہارت آجاتی ہے، اس طرح انہیں دنیا کی لذتوں، کششوں اور چاہتوں سے گریز اور بیزاری پیدا ہو جائے گی، لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب دلوں کو تقویٰ کے نور سے آراستہ کرلیا جائے اس لئے کہ نگاہیں دل کی تابع ہوتی ہیں، تاہم نگاہیں اگر متقی ہوں تو حرام کی طرف توجہ سے دیکھنا تو درکنار وہ محبوب حقیقی کے دیدار سے ہٹ کر کہیں اور اٹھتی ہی نہیں۔

اشکبار آنکھیں ہی متقی ہیں: عاشق کی آنکھیں دو چیزوں کی وجہ سے اشکبار رہتی ہیں۔ اشد شوقا الیہ جمال محبوب کے شوق دیدار یا خوف الٰہی کی وجہ سے بھی مومن کی

آنکھوں کی کیفیت ہے اور حق شناس نگاہوں کی علامت بھی کہ وہ صرف اللہ کے خوف اور اس کے شوق میں لبریز ہوں اور اس کی یاد میں روئیں۔ اگر آنکھوں کو یہ کیفیت نصیب ہو جائے تو انہیں تقویٰ مل جاتا ہے یعنی آنکھوں کے تقوے کا کمال یہ ہے کہ وہ روتی ہیں۔

کسی حرام چیز کو عمداً دیکھنا آنکھوں کو حرام سے بھرنے کے مترادف ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی آنکھ حرام سے بھری قیامت کے دن اس آنکھ کو دوزخ کی آگ سے بھر دیا جائے گا۔

اشکوں سے بھیگی پلکیں، عذاب جهنم سے نجات دلائیں گی : آنکھوں کو رونا اور پلکوں کو اشکوں سے تر رہنا آ جائے تو یہ بڑی نعمت ہے۔ خوف الٰہی میں اشکوں سے بھیگی ہوئی آنکھیں دوزخ سے نجات کا سبب ہیں، اور اللہ کی یاد میں پلکوں سے ٹپکنے والا ایک آنسو جہنم کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ "قیامت کے دن ایک شخص ایسا ہوگا جو گنہگار ہوگا (حساب وکتاب کے بعد) اکثر معاملات بد کے پیش نظر اسے مستحق عذاب ٹھہرایا جا رہا ہوگا۔ اور اسے دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا، وہ شخص رک جائے گا، اس کی آنکھوں کی پلکیں بارگاہ رب العزت میں سوال کریں گی: باری تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالنے سے پہلے میری ایک التجا سن لے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا بات ہے، پھر اس شخص کی پلکوں کا ایک بال بارگاہ الوہیت میں بولے گا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں تیرے شوق اور تیرے خوف کے آنسوؤں سے بھیگا کرتا تھا۔ اب تیری مرضی کہ اس کے ساتھ مجھے بھی دوزخ میں بھیج دے۔ اللہ پاک فرمائیں گے جو آنکھ میرے شوق وخوف میں روتی رہی اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے، اسے لے جاؤ اور جنت میں داخل کر دو۔

گنہگاروں کے آنسو، اور نار جهنم کے لپکتے شعلے:

ایک اور حدیث مبارکہ میں اس طرح بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن جب دوزخ کی آگ اونچے اونچے شعلوں کے ساتھ بڑی تیزی سے امت کے گنہگار لوگوں کی طرف دوڑ رہی ہوگی، تا کہ ان گناہگاروں کو اپنے تصرف میں لے کر عذاب سے دوچار کر سکے، جب وہ قریب آئے گی تو اس اندوہناک صورت میں وہ گنہگار امتی اس آگ کو مختلف قسموں کے واسطے دیں گے کہ وہ ٹھنڈی پڑ جائے لیکن وہ نہ رکے گی، بلکہ اس کے شعلے دم بدم تیز ہو رہے ہوں گے۔ حضور ﷺ اسوقت موجود یہ نظارہ ملاحظہ فرما رہے ہوں گے۔ اتنے میں آپ ﷺ کے سامنے جبرائیلؑ امین ایک پیالہ پیش کریں گے جس میں کچھ پانی ہوگا، اور عرض کریں گے کہ حضور ﷺ اس پانی کے چھینٹوں کو (اپنے دست اقدس سے) اس آگ پر چھڑکیں،

آپ ﷺ اپنے دست اقدس سے اس پانی کے چھینٹے دوزخ کی آگ پر پھینکیں گے، جن سے وہ شعلہ فشاں آگ بجھ جائے گی۔ اس وقت حضور ﷺ جبرائیل امین سے ارشاد فرمائیں گے جبرائیل یہ پانی کیسا تھا جس نے اس قدر تیز آگ کے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا جب کہ اسے روزے داروں کے روزوں کا واسطہ، نمازوں اور عبادت گزاروں کی عبادتوں کا واسطہ نہ بجھا سکا عرض کیا جائے گا آقا یہ آپ کی امت کے گناہ گار لوگوں کے آنسو تھے جو انہوں نے اللہ کے خوف میں دنیا میں اپنی آنکھوں سے بہائے تھے۔

اسی لئے علامہ فرماتے ہیں:

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے

قطرے جو تھے میرے عراق انفعال کے

(۴) **پیٹ کا تقویٰ**: پیٹ کا تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ سے اس طرح ڈرے کہ اس کے پیٹ میں ایک لقمہ بھی حرام کا نہ جائے، پیٹ کے تقویٰ کے باب میں ہم پر خوف الٰہی کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ ہم جو کچھ کھائیں حلال کھائیں۔

حرام کھانے سے روح کو نقصان پہنچتا ہے: جس طرح ظاہری جسم کو تقویت دینے اور اس کو توانا رکھنے کے لئے ہم اچھی خوراک کھاتے ہیں، کیونکہ بری اور غیر مناسب غذا کھانے سے جسم نہ صرف لاغر اور کمزور پڑ جاتا ہے بلکہ اکثر اوقات وہ بعض مہلک امراض کا شکار ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح ہر خوراک اور لقمے کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے۔ حرام کھانے سے روح مردہ ہوتی ہے اور حلال کھانے سے قلب و باطن کو نور اور روح کو تقویت اور تراوٹ میسر آتی ہے اور تاریکی کے پردے ہٹتے اور ڈھلتے چلے جاتے ہیں، جب کہ رزق حرام کے لقمے سے دل ظلمت کدہ بنتا ہے اس میں فسق و فجور، حیوانی خواہشات کے داعیے زور پکڑتے ہیں اور عبادتیں غیر موثر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس کے برعکس رزق حلال کے ساتھ اگر عبادت تھوڑی بھی کی جائے تو وہ باطنی جلا اور تسکین قلب کا سامان مہیا کرتی ہے۔ اور اگر کوئی خوش قسمت حلال روزی کے ساتھ تقویٰ کے بقیہ تقاضے بھی پورے کرتا ہے تو اس کے باطن میں نور ایمان جلوہ افروز ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جو شخص حرام کا ایک لقمہ تناول کر لیتا ہے اس کی دعائیں چالیس دن تک قبول نہیں ہوتیں''۔ اب اگر ایک لقمہ سے چالیس دن کی دعائیں ہی قبول نہ ہوئیں تو ان چالیس دنوں کی عبادتوں اور ریاضتوں میں کیا اثر اور برکت ہوگی۔

ج۔ اعمال صالحہ کی توفیق وتاثر کا فقدان: حرام اور مشتبہ خوراک کھانے والا شخص پہلے تو نیک کام کرنے سے محروم رہتا ہے، اور اگر کوئی عمل صالح اس سے سرزد ہو بھی

جائے تو وہ عنداللہ مقبول ومنظور نہیں ہوتا۔ سوایسا شخص نیک کام کی انجام دہی میں جو وقت اور قوت صرف کرتا ہے اس سے بے فائدہ مشقت فضول رنج، محنت اور ضیائع وقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

کم من قائم یس له من قیامه الا السهر وکم من صائم لیس له من صیامه الا الجوع والظمار	ایسے ہوتے ہیں جن کو دن بھر کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا:

لایقبل الله صلوة المرء فی جوفه حـرام	اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے شکم میں غذائے حرام پڑی ہو۔

(منہاج العابدین، ۱۳۷، ۱۳۸)

(۵) ہاتھوں کا تقوی: ہاتھوں کے تقویٰ کا معنی یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ کی اطاعت اور عبادت کیلئے مستعد رہیں۔ حتی الوسع ہمارے ہاتھ کسی حرام کی گئی چیز کی طرف نہ لپکیں اور ناجائز کو نہ چھوئیں۔

ہم اللہ جل مجدہ کے حکم کی تعمیل اور طاعت شعاری کو اس کی رضا کا ذریعہ سمجھتے ہوئے مسلسل مستعد اور کوشاں رہیں۔

اس کی بندگی کے جملہ تقاضے پورے کرنے میں ہم کبھی غفلت کا شکار نہ ہوں۔ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ آئے جس میں ہم اپنے فرائض سے دست کش ہوں۔

ہاتھوں کے تقویٰ کا مفہوم یہ بھی ہوا کہ انسان کا پورے کا پورا جسم، اس کی سب توانائیاں اور جملہ قوتیں ہر وقت اللہ کی اطاعت اس کی بندگی اور عبادت کے لئے تیار رہیں۔

زندگی کی کیفیت اگر یہ ہو جائے تو سمجھ لیں کہ اللہ پاک نے ہمیں اپنی رضا سے کچھ حصہ عطا فرمادیا ہے اور تقویٰ کی اس نوعیت کی توفیق دے دی ہے، ورنہ نہیں۔

قدم کا تقوی: جس طرح ہاتھوں کا تقویٰ یہ تھا کہ ہم بندگی میں مستعد ہو جائیں، اسی طرح قدموں کا تقویٰ بھی یہ ہے کہ ہمارے قدم کبھی اللہ کی نافرمانی سرکشی اور حکم عدولی کی طرف نہ اٹھنے پائیں بلکہ ہر وقت اللہ کی بندگی اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے اٹھتے رہیں۔ پھر وہ قدم بھی رشک ملائکہ بن جائیں گے۔ اس مجلس شب بیداری میں ملک کے اطراف واکناف سے جس طرح احباب چل چل کر آتے ہیں اور اس میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف اپنے رب کو منانے کی خاطر آتے ہیں

یہاں کوئی دنیوی مال و اسباب نہیں بٹ رہا کہ لوگ دور دور سے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ بلکہ محض اللہ کا ذکر اس کی یاد اور اس کی باتیں سننے کے لئے آرام ترک کر کے اپنے بیوی بچوں اور دوسرے احباب سے دور آ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

بلاشبہ ایسے قدموں سے مس ہونے والا ہر ذرہ خاک بھی قابل رشک ہے آپ اندازہ کریں کہ ایسے قدموں پر فرشتے کتنا رشک کرتے ہوں گے، بلکہ یہ آرزو کرتے ہوں گے کہ باری تعالیٰ تیری راہ میں اٹھنے والے تیرے بندوں کے ان قدموں کے نیچے ہم اپنے پر بچھائیں جو تیرے دین کے لئے تیری راہ میں چل نکلے ہیں اور محض تجھے منانے کے لئے اپنے گھروں سے دور جا کر لوگوں کو تیری طرف بلا رہے ہیں۔

تقویٰ اور عبادت کے لئے قدم اٹھانا اتنا افضل فعل ہے کہ اس کا ذکر عرش معلیٰ پر ہوتا ہے اور فرشتے آسمانوں پر اس کے تذکرے کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اتانی ربی فی احسن صورة فقال یا محمد فقلت لبیك ربی وسعدیك قال فیم یختصم الملا ۔ الا علی قلت رب لا ادری فوضع یده بین کتفی حتی وجدت بردهابین ثدی فعلمت ما بین المشرق والمغرب فقال یا محمد فقلت لبیك وسعدیك قال فیم یختصم الملا۔اعلیٰ فقلت فی الدرجات والکفارات وفی نقل الاقدام الی ???? واسباغ الوضوء فی المکروهات وانتظار الصلٰوة بعد الصلٰوة و من یحافظ علیهن عاش بخیر ومات بخیر وکان من ذنوبه کیوم ولدته امه هذا

میرا رب میرے پاس نہایت اچھی صورت میں آیا اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے عرض کیا میرے رب! حاضر ہوں بار بار حاضر ہوں فرمایا مقربین فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کیا میرے رب میں نہیں جانتا بس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی۔ اور مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے سب کچھ جان لیا۔ پھر فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے عرض کیا اے رب! حاضر ہوں بار بار حاضر ہوں فرمایا بلند و بالا فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ (اب) میں نے عرض کیا کفارات، درجات، مساجد کی طرف قدم اٹھانے تکلیف و مشقت کے وقت کامل وضو اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنے کے بارے میں (جھگڑتے ہیں) جس نے ان کی حفاظت کی اس نے زندگی بھی اچھی گزاری اور اس کی موت بھی اچھی ہوگی اور وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوگا جیسے پیدائش کے دن تھا۔

یعنی اس امت محمدی ﷺ کو اتنی فضیلت دی کہ نیکی کے ارادے سے جب وہ اپنا پہلا قدم اٹھاتے۔

ہیں تو ان کے سب گناہ دھل جاتے ہیں سب معصیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

پس قدموں کا تقویٰ بھی یہی ہے کہ ہمہ وقت ہمارے قدم حسنات کی طرف اٹھتے رہیں اور سیئات سے رکے رہیں۔ نیکی کی طرف اٹھتے وقت ان پر غفلت طاری نہ ہو اور برائی کی طرف بڑھنے میں یہ کبھی تیار نہ ہوں۔ بری محافل، لغو مجالس اور اخلاق سوز اشیاء کی طرف ہمارے قدم ہرگز نہ اٹھنے پائیں۔ ہم ہر وقت اللہ کے نیک بندوں کی محافل کی طرف جائیں علماء و صلحا اور اولیاء کی مجالس میں چل کر جائیں اور وہاں بیٹھیں تو ہمارے یہ قدم ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جائیں گے۔

(۷) **عبادت کا تقویٰ**: پورے جسمانی اعضاء کے تقویٰ اور طہارت کے بیان کے بعد اب اس عمل کے تقویٰ کا ذکر ہو رہا ہے جو عمل متقی ان اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی طاعت کی صورت میں سرانجام دیتا ہے، اور وہ ہے اللہ کی بندگی اور اس کی طاعت کی صورت میں سرانجام دیتا ہے، اور وہ ہے اللہ کی عبادت: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بنی نوع انسان کی تخلیق کا مقصد وحید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا!

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ : (الذاریات ۵۱:۵۶)	اور میں نے جن اور انسان صرف عبادت کے لئے پیدا کئے ہیں!

جب اللہ کی عبادت اور بندگی ہی ہماری زندگیوں کا مقصد و مدعا ٹھہرا تو ضروری ہے کہ ہم اسے بھی تقویٰ کے زیور سے آراستہ اور مزین کریں۔

جب اللہ کی عبادت اور بندگی ہی ہماری زندگیوں کا مقصد و مدعا ٹھہرا تو ضروری ہے کہ ہم اسے بھی تقویٰ کے زیور سے آراستہ اور مزین کریں۔

عبادت کا تقویٰ یہ ہے کہ انسان عبادت خالصتاً اللہ کے لئے کرے اللہ کی رضا کے سوائے اور کوئی مقصد ہماری عبادت کا محرک نہ ہو۔ ہمارے پیش نظر کوئی دنیوی لالچ، خواہش یا محدود مقصد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے ریاکاری اور منافقت سے بچا کر بجالایا جائے، تب جا کر ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان متقین کے زمرے میں آئیں گے جن کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے۔

والآخرة عند ربك للمتقين الزخرف (۴۳:۳۵)	اور تیرے رب کے نزدیک آخرت تو صرف ڈرنے والوں کے لئے ہے

نیز ارشاد فرمایا:

ان المتقین فی مقام امین — بے شک متقی امن کی جگہ میں ہوں گے

لہٰذا ایماندار اور متقین لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کو بیم ورجا سے مبرا اور ماورا رکھیں۔ ان کے دلوں کی تختیوں پر اس ذات وحدہ لاشریک کی رضا کے علاوہ اور کوئی ادنیٰ سی خواہش بھی مرتسم نہ ہو اور کسی اور خیال کا دھندلا سا تصور بھی نہ ہو۔

چنانچہ ہماری عبادتیں جب اس معیار کے مطابق ہوں گی تو وہی صحیح معنوں میں عنداللہ باعث اجر وثواب قرار پائیں گی۔

خدا خود خریدار بن جاتاهے: جب اپنے محبوب کی محبت اور اس کی بندگی وطاعت کا نشہ چڑھ جاتا ہے اور انسان تقویٰ کے ساتھ عبادت و بندگی میں مستعد ہو جاتا ہے تو خود خدا اپنے بندے کا خریدار بن جاتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔

کہ ہے کوئی جو اپنی جان کے بدلے مجھ سے جنت خریدے

اپنا مال میری راہ میں دے اور میری رضا خریدے

ارشاد خداوندی ہے:

ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بأن لهم الجنة — بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

(التوبہ: ۹، ۱۱۱)

انسان تقویٰ کے جملہ تقاضے پورے کرے تو وہ مطلوب ہو جاتا ہے پھر اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اسے بازار دنیا کے سارے خریدار مل کر بھی نہیں خرید سکتے جو اللہ کے نام پر بک جائے۔ ہماری ان ٹوٹی پھوٹی کوششوں کا مدعا بھی یہی ہے کہ خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے نام پر اگر کسی طرح ہمارا بھی سودا ہو جائے اور ہم جیسے نکمے اگر اس قابل ہو جائیں کہ کبھی اس محبوب کے بازار میں پڑے ہوئے ہوں اور محبوب ہمیں دیکھ کر اپنے ملائکہ سے یہ کہہ دے کہ چلو انہیں بھی خرید لو۔

ہماری یہ ساری کوششیں صرف اسی آرزو کی تکمیل کے لئے ہیں کیونکہ اگر ہمارے مالک ومحبوب نے ایک بار ہم پر نگاہ لطف کی اور ہمیں خرید لیا تو ہم دربدر دنیا کی ٹھوکریں کھانے سے بچ جائیں گے۔ ہماری طرف ہر ایک للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھے گا ہم اس دنیا کی باطل طاغوتی اور استعماری طاقتوں

کے ہاتھوں ذلت وخواری کا شکار بھی نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ اس بازار میں جو بھی بک گیا انمول ہو گیا!
جب انسان اس طرح اپنی عبادتوں کو اخلاص وللّٰہیت سے مزین کر دیتا ہے تو فی الحقیقت اس کے حضور تک جاتا ہے پھر اگر ساری دنیا کی طاقتیں تمام تر مال ومتاع کے ساتھ اس کے دامن میں ڈھیر ہو جائیں تو اس کا دل اس طرف راغب نہیں ہوتا بلکہ ان چیزوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ پھر وہ متقی دنیا وآخرت کی ساری نعمتوں کو ایک طرف رکھ کر اپنے مولا کی رضا کا طالب ہو جاتا ہے اور صحیح معنوں میں توحید بھی اسی بے نیازی اور اخلاص کا نام ہے۔
بقول شاعر

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو اپنی بارگاہ میں منظور ومقبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

حیلہ شیطانی اور مکر نفس

اگر کوئی شخص کہے کہ اس زمانے میں کوئی فقیر صاحب ارشاد اور وسیلے کے لائق نہیں صرف علم فقہ اور مسائل وسیلہ کے لئے کافی ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ اس کا حیلہ شیطانی ہے اور نفس کا مکر ہے۔ وہ معرفت الٰہی سے باز رکھنا چاہتا ہے اولیاء اللہ قیامت تک ایک دوسرے کے قائم مقام ہو کر سورج کی مانند روشن رہیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقوم الساعة حتی یقال فی الارض اللہ اللہ

''جب تک روئے زمین پر اللہ اللہ کہا جائے گا تب تک محشر برپا نہ ہوگا۔''

وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے وہ تو حیوان کی مانند ہے۔ (حضرت سلطان باہوؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان حافظ

از: حضرت مولانا حافظ شیرازی

بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت

ایک بلبل ایک خوش رنگ پھول کی پتی چونچ میں لئے تھی

وندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت

اور اس ساز و سامان میں اچھی طرح عاجزی سے نالے کر رہی تھی

گفتمش در عینِ وصل ایں نالہ و فریاد چیست

میں نے اس سے کہا، عین وصال میں یہ نالہ اور فریاد کیسی

گفت مارا جلوۂ معشوق دریں کار داشت

وہ بولی معشوق کے جلوے نے ہمیں اس کام میں مصروف کر دیا ہے

یار اگر ننشست با ما نیست جائے اعتراض

اگر دوست ہمارے ساتھ نہ بیٹھا تو اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے

پادشاہِ کامراں بود از گدایاں عار داشت

وہ کامیاب بادشاہ تھا اس کو فقیروں سے عار آئی

عارفے کو سیر کرد اندر مقامِ نیستی

جس عارف نے مقام نیستی کی سیر کر لی

مست شد چوں مستے از عالمِ اسرار داشت

چونکہ عالم اسرار کی ایک مستی اس میں آئی لہٰذا وہ مست ہو گیا

در نگیرد نیاز و عجزِ ما با حسنِ دوست

دوست کے حسن میں ہماری عاجزی اور نیاز مندی اثر نہیں کرتی ہے

خرم آں کز نازنیناں بختِ برخوردار داشت

وہ خوش نصیب ہے جس نے نازنینوں سے بہرہ ور نصیبہ رکھا

خیز تا بر کلکِ آں نقاش جاں افشاں کنیم

اٹھ تاکہ اس نقاش کے قلم پر ہم جان چھڑک دیں

کیں ہمہ نقشِ عجب در گردشِ پرکار داشت

اس لئے کہ یہ تمام عجیب نقش وہ پرکار کی گردش میں رکھتا تھا

گر مرید راہِ عشقی فکرِ بدنامی مکن

اگر تو عشق کے راستے کا مرید ہے تو بدنامی کی فکر نہ کر

شیخ صنعاں خرقہ رہنِ خانۂ خمار داشت

صنعاں کے بزرگ نے گدڑی شراب خانہ میں رہن کر دی تھی

وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر
اس شیریں قلندر کا وقت کس قدر بہتر تھا کہ سیر کی حالت میں

ذکر تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت
فرشتہ کی تسبیح کا ذکر، زنار کے حلقہ میں رکھتا تھا

چشم حافظ زیر بام قصر آں حوری سرشت
اس حور فطرت کے محل کے نیچے، حافظ کی آنکھ

شیوۂ جنات تجری تحتہا الانہار داشت
جنات تجری تحتہا الانہار کا طریقہ رکھتی تھی

بدام زلف تو دل مبتلائے خویشتن ست
تیری زلف کے جال میں، دل خود بخود مبتلا ہوا ہے

بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن ست
ناز سے اس کو قتل کردے یہی اس کی سزا ہے

گرت ز دست برآید مراد خاطر ما
اگر ہمارے دل کی تمنا تیرے ہاتھ سے پوری ہوسکے

بجش زود کہ خیرے برای خویشتن ست
تو جلد کردے اس لئے کہ اپنے کے ساتھ بھلائی ہے

بجانت اے بت شیریں من کہ ہمچوں شمع
اے میرے پیارے بت تیری تیری جان کی قسم، شمع کی طرح

شبان تیرہ مرادم فنای خویشتن ست
تاریک راتوں میں، میرا مقصد خود کو فنا کر دینا ہے

چو رای عشق زدی با تو گفتم اے بلبل
اے بلبل جب تو نے عشق کرنے کی رائے قائم کی تو میں نے تجھ سے کہا تھا

مکن کہ ایں گل خودرو برای خویشتن ست
ایسا نہ کر اس لئے کہ یہ خودرو پھول، اپنے لئے ہی ہیں

بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج
پھول کا حسن چین و چگل کے مشک کا محتاج نہیں ہے

کہ نافہاش ز بند قبای خویشتن ست
اس لئے کہ اس کے نافے خود اس کی بند قبا سے پیدا ہوتے ہیں

مرو بخانۂ ارباب بے مروت دہر
زمانہ کے بے مروت اصحاب کے گھر، نہ جا

کہ کنج عافیت در سرائے خویشتن ست
اس لئے کہ تیری عافیت کا گوشہ، اپنے گھر ہی میں ہے

بسوخت حافظ و در شرط عشق و جانبازی
حافظ جل گیا، اور عشق و جان کی بازی کی شرط میں

ہنوز بر سر عہد و وفائے خویشتن ست
ابھی تک اپنے عہد، اور وفا پر قائم ہے

بحریست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　آنجا جزانیکہ جاں بسپارند چارہ نیست
عشق کا سمندر، ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے　　بجز اس کے کہ جان دے دیں، وہاں کوئی چارہ نہیں ہے

آن دم کہ دل بہ عشق دہی خوش دمے بود　　در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست
جس وقت بھی دل کو عشق میں لگا دے وہ اچھا وقت ہوگا　　کارِ خیر میں کسی استخارہ کی ضرورت نہیں ہے

مارا بمنع عقل مترسان و مے بیار　　کآں شحنہ در ولایتِ ما ہیچکارہ نیست
عقل کی ممانعت کی وجہ سے ہمیں نہ ڈرا اور شراب لا!　　اس لئے کہ وہ سپاہی ہمارے ملک میں، کسی کام کا نہیں ہے

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ میکشد　　جاناں گناہ طالع و جرم ستارہ نیست
اپنی آنکھ سے پوچھ، کہ ہمیں کون قتل کر رہا ہے؟　　پیارے نصیبہ کی خطا اور ستارے کا جرم نہیں ہے

رویش بچشم پاک تواں دید چوں ہلال　　ہر دیدہ جائے جلوۂ آں ماہ پارہ نیست
اس کا چہرہ ہلال کی طرح پاک نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے　　ہر آنکھ اس ماہ پارے کے جلوے کی جگہ نہیں ہے

فرصت شمر طریقۂ رندی کی ایں نشاں　　چوں راہِ گنج برہمہ کس آشکارہ نیست
رندی کے راستہ کو غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ نشان　　خزانے کے راستہ کی طرح ہر شخص پر آشکار نہیں ہے

نگرفت در تو گریۂ حافظ ہیچ روی
حافظؔ کے رونے نے کسی طرح تجھ پر اثر نہ کیا
حیران آن دلم کہ کم از سنگ خارہ نیست
میں اس دل سے حیران ہوں جو سنگِ خارا سے کم نہیں ہے

☆☆☆☆

هر کہ دیوانہ شود باذکر حق　　زیر پائش عرش و کرسی ہر طبق
ترجمہ: جو کوئی اللہ کے ذکر میں دیوانہ ہوگیا اس کے پاؤں کے نیچے عرش کرسی چودہ طبق ہیں (حضرت سلطان باہوؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلیل العارفین

ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مجلس : میرا گزر ایسے شہر سے ہوا جہاں پر یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار ہو جاتے تھے میں نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ تم سب وقت سے پہلے ہی تیار ہو کہا۔ سبب یہ ہے کہ جب وقت ہو فوراً نماز ادا کر لیں جب تیار نہ ہوں گے تو شاید وقت گزر جائے پر یہ منہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح دکھا سکیں گے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عجلوا بالتوبة قبل الموت وعجلوا بالصلوٰة قبل الفوت۔ مرنے سے پہلے توبہ کے لئے جلدی کرو۔ اور فوت ہو جانے سے پیشتر نماز کے لئے جلدی کرو۔

امام یحییٰ زندوی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں واسعہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ مولانا حسام الدین محمد بخاری سے جو میرے استاد تھے۔ سنا ہے کہ پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں۔ من اکبر الکبائر جمع بین الصلوٰة۔ یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نماز فریضہ میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے اور پھر دو نمازیں اکٹھی ادا کی جائیں۔

خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں حاضر تھا آپ سے میں نے حدیث سنی جس کی روایت ابو ہریرہ نے کی ہے پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں منافقوں کی نماز بتاؤں عرض کی جناب فرمایئے فرمایا جو شخص دیگر کی نماز میں اس قدر تاخیر کرے کہ سورج کی روشنی میں فرق آ جائے اور اس کا رنگ زردی مائل ہو جائے۔ پھر عرض کی کہ وقت مقرر فرمائیں۔ فرمایا اس کا ٹھیک وقت یہ ہے کہ آفتاب نے اپنا اصلی رنگ نہ بدلا ہو یعنی زرد نہ پڑ گیا ہو۔ جاڑے اور گرمی میں یہی حکم ہے۔

میں نے فقہ ہدیہ میں شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ حدیث دیکھی ہے۔

حدیث شریف: اسفروا بالفجر لانہ اعظم للاجر۔ یعنی صبح کی نماز سفیدی میں ادا کرو۔ تا کہ ثواب زیادہ ہو۔ ظہر کی نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اس قدر تاخیر کی جائے کہ ہوا سرد ہو جائے اور

جاڑے میں جب سایہ ڈھلے۔ تو ادا کی جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيه جهنم ۔یعنی گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت ادا کرو۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ تو اس قدر روئے اور آہ وزاری کی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ آواز آئی کہ اے بایزید! تو اس قدر آہ وزاری کیوں کرتا ہے۔ اگر صبح کی ایک نماز فوت ہوگئی تو ہم نے تیرے اعمال میں ہزار نماز کا ثواب لکھ دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ تفسیر محبوب قریش میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں باوقت ادا کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی رہنما بنتی ہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا ایمان لمن لا صلوة له جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں۔

میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ امام زاہد کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ فويل للمصلين الذين هم عن صلوتهم ساهون یعنی ویل دوزخ میں ایک کنواں ہے بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی ایک وادی ہے جس میں سخت سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں۔

ویـــل نے ستر ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ سے رو کر پوچھا کہ ایسا سخت عذاب کن لوگوں کو ہوگا حکم ہوا ان کے لئے جو نماز کو وقت پر ادا نہیں کرتے اور قضا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کی نماز ادا کی اور جب آسمان کی طرف دیکھا تو ستارہ دکھائی دیا۔ غمناک ہو کر آپ اندر چلے گئے اور اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا اس کا سبب یہ تھا حکم ہے کہ جب سورج غروب ہو۔ فوراً نماز ادا کرو کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے۔

صدقے کے بارے میں فرمایا کہ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور دوزخ کے مابین سات پردے حائل کردے گا۔ جن میں سے ہر ایک پردہ پانسو سالہ راہ کے برابر ہوگا جس نے جھوٹی قسم کھائی گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کیا اس گھر سے برکت اٹھائی جاتی ہے۔

ایک مرتبہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر مولانا عماد الدینؒ بخاری نام کے رہتے تھے جو نہایت ہی صالح مرد تھے یہ حکایت میں نے ان سے سنی۔ کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ مہتر موسیٰ علیہ السلام سے دوزخ کے بارہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ فرمایا کہ اے موسیٰؑ! میں نے دوزخ میں ایک وادی ہاویہ پیدا کی ہے جو

ساتواں دوزخ ہے اور سب سے خوفناک اور سیاہ ہے اور اس کی آگ بھی سیاہ اور نہایت تیز ہے اس میں سانپ بچھو بکثرت ہیں وہ گندھک کے پتھروں سے ہر روز تپایا جاتا ہے اگر اس گندھک کا ایک قطرہ دنیا میں آ پڑے تو تمام پانی خشک ہو جائے اور تمام پہاڑ گل جائیں اور اس کی گرمی سے زمین پھٹ جائے اے موسیٰ! ایسا عذاب دو شخصیتوں کے لئے بنایا ہے ایک وہ جو نماز ادا نہیں کرتا دوسرے وہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

ایک بزرگ خواجہ محمد اسلم طوسی نامی نے ایک مرتبہ کسی کام کی خاطر سچی قسم کھائی۔ اس وقت وہ حالت سکر میں تھا جب حالت صحو میں آیا۔ تو پوچھا کہ کیا میں نے آج قسم کھائی ہے؟ کہا۔ ہاں! فرمایا چونکہ آج سچی قسم کھانے پر میرے نفس نے جرأت کی ہے۔ کل جھوٹی قسم کی جرأت کرے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں۔ بات ہی نہ کروں۔ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے لیکن کسی سے کلام نہ کی یہ اس سچی قسم کا کفارہ تھا جو اس نے ایک مرتبہ کھائی۔

مجلس : پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت میں داخل ہے ان پانچوں میں سے پہلی یہ ہے کہ اپنے والدین کے چہرے کو دیکھا جائے۔ اس واسطے کہ حدیث میں ہے کہ جو فرزند دوستی خدا سے اپنے والدین کا چہرہ دیکھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں حج کا ثواب لکھا جاتا ہے کہ ایک فاسق اور بدکار جوان فوت ہوا تو اسے خواب میں دیکھا کہ حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں کو تعجب ہوا سبب دریافت کیا کہا میری بڑھیا ماں تھی جب میں گھر سے نکلتا اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا۔ ماں دعاء دیتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور حج کا ثواب تیرے نصیب کرے اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء قبول کر لی اور مجھے بخش دیا اب میں حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہوں۔ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ یہ مرتبہ آپ کو کس طرح حاصل ہوا؟ تو فرمایا کہ میں ابھی سات سال کا تھا کہ میں مسجد میں استاد سے قرآن شریف پڑھنے جایا کرتا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا۔ وبالوالدین احسانا۔ تو استاد سے اس کا مطلب پوچھا۔ فرمایا حکم الٰہی ہے کہ جس طرح میری خدمت بجالاتے ہو۔ والدین کی بھی خدمت بجالاؤ۔ استاد سے یہ سنتے ہی بستہ باندھ گھر آیا اور ماں کے قدموں پہ سر رکھ دیا کہ اے ماں! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے میرے لئے کچھ مانگ میں کماحقہ، تیری خدمت بجالاؤں گا۔ جب والدہ سے یہ درخواست کی تو انہوں نے رحم کھا کر دوگانہ ادا کرنے کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ ہو کر خدا تعالیٰ کو سونپا۔ یہ دولت مجھے وہاں سے نصیب ہوئی جس کا سبب والدہ کی دعاء تھی۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ موسم سرما میں رات کے وقت میری ماں نے پانی مانگا میں کوزہ بھر کر ہاتھ پر رکھ کر حاضر ہوا لیکن

والدہ سو گئیں میں نے نہ جگایا چنانچہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئیں تو مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا جب مجھ سے کوزہ لیا تو سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزے سے چپکا ہوا تھا کوزے کے ساتھ ہی میرے ہاتھ کا چمڑا اکھڑ گیا۔ ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لیا اور چھاتی سے لگا کر بوسہ لیا اور کہا اے جان مادر! تو نے بڑی تکلیف اٹھائی یہ کہہ کر میرے حق میں دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ میری ماں کی دعاء قبول ہوئی اور یہ سب دولت اسی دعاء کی بدولت نصیب ہوئی۔ قرآن شریف کو دیکھنا ہے اس واسطے کہ شرح اولیاء میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کلام اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہے۔ یا پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے دو ثواب دو ایک قرآن شریف پڑھنے کا دوسرا قرآن شریف دیکھنے کا اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطاء ہوتی ہیں اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں۔ بعد ازاں دعاء گو نے التماس کی کہ مصحف مجید لشکر اور سفر میں ہمراہ لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا۔ اسلام کے شروع میں چونکہ کفار کا غلبہ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے کہ مبادا کفار کے ہاتھ آ جائے لیکن جب اسلام نے زور پکڑا تو پھر ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔

سلطان محمد غزنوی انار اللہ برہانہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا! فرمایا ایک رات میں ایک شخص کے ہاں مہمان تھا ایک طاق میں قرآن شریف پڑا تھا میں نے دل میں کہا کہ قرآن شریف یہاں ہے میں کس طرح سوؤں گا۔ پھر کہا کہ قرآن شریف کسی اور مکان میں رکھ دیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر میں کیوں اسے باہر بھیجوں موت کے وقت اسی کے عوض بخش دیا گیا۔

جو شخص قرآن شریف کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی بینائی زیادہ ہو جاتی ہے اور اس کی آنکھ کبھی نہیں دکھتی۔ اور نہ خشک ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک بزرگ سجادے پر بیٹھا ہوا تھا اور سامنے قرآن شریف رکھا تھا ایک نابینے نے آ کر التماس کی کہ میں نے بہت علاج کئے مگر آرام نہیں ہوا اب آپ کے پاس میں آیا ہوں تاکہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں میں آپ سے فاتحہ کے لئے ملتجی ہوں اس بزرگ نے قبلہ رخ ہو کر فاتحہ پڑھی اور قرآن شریف اٹھا کر اس کی دونوں آنکھوں پر ملا جس سے اس کی دونوں آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں۔

میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک فاسق جوان تھا جس کی بدکاری سے مسلمانوں کو نفرت آتی تھی بہتیرے اسے منع کرتے لیکن ایک نہ سنتا۔ الغرض جب وہ مر گیا تو اسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج رکھے۔ خرقہ پہنے فرشتوں کے ہمراہ بہشت میں جا رہا ہے اس سے پوچھا

کہ تو تو بدکار تھا۔ یہ دولت کہاں سے نصیب ہوئی؟ جواب دیا کہ دنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی وہ یہ کہ جہاں کہیں قرآن شریف دیکھ لیتا کھڑے ہوکر بڑی عزت کی نگاہوں سے اسے دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی بدولت مجھے بخش دیا اور یہ درجہ عنایت فرمایا۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علماء کی طرف دیکھے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لئے بخشش مانگتا رہتا ہے۔

جس دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہو۔ ہزار سال کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے اگر وہ اسی اثناء میں مرجائے تو اسے علماء کا درجہ ملتا ہے اور اسی مقام کا نام علیین ہوتا ہے۔

پھر فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص علماء سے آمد ورفت رکھے اور سات دن ان کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے ایسی نیکی کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑے ہوکر گزارے۔

پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو علماء اور مشائخ کو دیکھ کر از روئے حسد منہ پھیر لیتا۔ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اس کا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہتا لیکن نہ ہوا غیب سے آواز آئی۔ اس کو کیوں تکلیف دیتے ہو؟ اس نے دنیا میں علماء اور مشائخ سے روگردانی کی ہے اس لئے ہم اپنی رحمت سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں اور قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اس کا حشر کریں گے۔

چوتھا مرتبہ خانہ کعبہ کا دیکھنا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے گا وہ عبادت میں داخل ہوگا۔ اس کی زیارت سے ہزار سال کی عبادت اور حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اولیاء کا درجہ اسے نصیب ہوگا۔

پانچواں درجہ اپنے پیر کو دیکھنا اور اس کی خدمت کرنا ہے میں نے معرفۃ المریدین میں لکھا دیکھا ہے کہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر کی خدمت کما حقہ ایک روز بجالائے اللہ تعالیٰ بہشت میں مروارید کی ہزار محل اسے عنایت کرے گا۔ اور ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

مرید کو لازم ہے کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سنے۔ اس پر بڑی کوشش سے عمل کرے اور پیر کی خدمت بجالائے۔ اور حاضر خدمت رہے اگر متواتر خدمت بجانہ لاسکے تو کم از کم اس بات کی ضرور کوشش کرے۔

ایک مرتبہ کسی زاہد نے سو سال خدا کی اس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا۔ اور رات کو کھڑا رہتا کوئی دم یادالٰہی سے غافل نہ رہتا۔ جو اس کے پاس آتا اسے نصیحت کرتا۔ آنے جانے کو کہتا کہ قرآن

شریف میں اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔یعنی اے بندو! تمہیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ کھانے اور پینے اور غافل رہنے کے لئے پس اے مسلمانو! ہمیں واجب ہے کہ کسی کام میں دست اندازی نہ کریں مگر عبادت اور طاعت الٰہی میں ۔الغرض جب زاہد فوت ہوا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیسا برتاؤ کیا۔ کہا مجھے بخش دیا۔ پوچھا کس عمل کے بدلے؟ جواب دیا میں دن رات بیدار رہتا اور کسی وقت آرام نہ لیتا لیکن یہ عمل خدا نے پسند نہ فرمایا بلکہ میری بخشش کا سبب یہ تھا کہ میں اپنے پیر کی خدمت کیا کرتا تھا اس لئے حکم ہوا کہ چونکہ تم نے اپنے پیر کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی اس لئے ہم نے تجھے بخش دیا۔

قیامت کے دن صدیق، اولیاء اور مشائخ وغیرہ کو ایسی حالت میں مبعوث کریں گے کہ ان کے کندھوں پر گودڑیاں ہوں گی۔ اور ہر گودڑی میں لاکھوں دھاگے ہوں گے۔ ان کے مرید اور فرزند آ کر ان دھاگوں میں لٹک جائیں گے اور ایک ایک دھاگہ مضبوط پکڑیں گے۔ جب خلق خدا حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں قوت عنایت کرے گا اور وہ پل صراط کے قریب پہنچ جائیں گے اس گودڑی کے وسیلے سے مرید و فرزند تیس ہزار سالہ راہ اور قیامت کے عذابوں سے بآسانی گزر کر بہشت میں جا پہنچیں گے۔ مجال نہیں کہ انہیں سختی لاحق ہو۔

☆☆☆

اھل دل کی نماز کا راز

پس تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر غیر خدا کے خطرات کو دل سے دور کر دینا چاہئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ اکبر کہہ کر نماز با راز اور باز با نماز ادا کرنا چاہئے کیونکہ راز بغیر باطن باطل ہوتا ہے۔ اہل دل کی نماز اللہ قبول کرتا ہے اور ان کے قلوب کو زندہ کرتا ہے۔ الرضاء فوق القضاء۔ الراز فوق الرضاء کیونکہ رضا قضا سے بہتر اور راز رضا سے بھی بہتر ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرتب:
حکیم محمد اختر صاحب

معارف شمس تبریز

ہمچو من شو در ہوائے شمس دیں
آں صبا کز وے دلم گلزار شد

ترجمہ وتشریح : حضرت رومیؒ فرماتے ہیں کہ میری طرح اے مخاطب تو بھی ستارۂ عشق ومعرفت میرے مرشد شمس الدین تبریزی کا عاشق ہو جا کیونکہ میرا مرشد مثل صبا کے ہے کہ جس کے فیض سے میرا دل گلزار ہو رہا ہے یعنی جس طرح بادنسیم کی چھیڑ سے کلیاں چمن میں چٹک کر اپنی خوشبو کو سیل توڑ کر فضائے چمن کو معطر کرتی ہیں اسی طرح مرشد کامل کا فیض مثل نسیم سحر ہمارے قلب وروح کی اس سربستہ درد محبت ازلی کی سر بہ مہر خوشبو کی سیل توڑ دیتا ہے جو ساقی ازل نے عالم ازل میں ودیعت فرمائی تھی۔

کہیں کون ومکاں میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

اس مقام کی شرح کے لئے احقر کی فارسی مثنوی اختر کے تین اشعار ملاحظہ ہوں

عمر تو گر بے رفیقے شد تمام ۔۔۔ ایں ہلال تو نہ شد ماہ تمام
بوئے خوش از غنچہ کے آمد بروں ۔۔۔ تا نہ شد پیش نسیم سرنگوں
غنچہ را ایں کرد فر در انجمن ۔۔۔ ہست از فیض نسیم در چمن

ترجمہ:۔ اگر بغیر مرشد عمر گزارے گا تو تیرا ہلال بدر کامل نہ بن سکے گا یعنی تیری ناقص حالت کامل نہ ہو سکے گی۔ خوشبو غنچہ سے کب باہر نکلتی ہے جب تک کہ نسیم سحر کے سامنے زانوئے ادب نہ طے کرے۔ غنچہ کو یہ شان وشوکت محفلوں میں جو حاصل ہو رہی ہے (کہ بڑے بڑے معزز لوگوں کی گردنوں میں پھولوں کے ہار پڑے ہوتے ہیں) یہ نسیم سحر کے فیضان ہی کا اثر تو ہے جس نے چمن میں کلیوں کو شگفتہ کیا۔

شعر

ہر کہ بہر تو انتظار کند　　بخت او اقبال را شکار کند

ترجمہ وتشریح: جو شخص کہ طریق میں تعجیل نہ کرے اور خدائے پاک کے فضل ورحمت کا امیدوار و منتظر رہتے ہوئے ذکر وفکر میں لگا رہے تو دراصل اس شخص کا نصیبہ اقبال مندی کا شکار کرتا ہے۔

''در فوائد تاخیر کامیابی وکلفت انتظار''

شعر:

ببر باراں چو دست منتظر است　　سنگ را لعل آبدار کند

ترجمہ وتشریح: وادی دشت وکوہ جب بارش کا انتظار کرتی ہے تو فیضان رحمت باراں سنگ کو لعل آبدار کردیتا ہے بس سالک کو بھی انتظار رحمت وفضل کرنا چاہئے۔ تاخیر عطا سے جلد شکستہ وآزردہ نہ ہونا چاہئے بس کام میں لگ رہے اور ثمرہ کی طرف توجہ ہی نہ کرے کہ اس راہ میں توفیق ذکر خود ثمرۂ عظمٰی ہے۔ کیا معمولی انعام ہے کہ ہماری زبان سے ان کا نام پاک جاری ہو اور جب کہ ہر اللہ کہنے کے اندر حق تعالٰی کی طرف سے اسی میں بہت سے لبیک بھی پوشیدہ ہیں۔

زیر ہر اللہ تو لبیک ہاست
دیں نیاز وسوز ودردت پیک ماست

(مثنوی رومی)

ترجمہ: اے ذاکر حق جب تو اللہ کا نام لیتا ہے تو اس کے اندر حق تعالٰی کی طرف سے بہت سے لبیک موجود ہیں کیونکہ تیرا اللہ کہنا قبول نہ ہوتا تو دوسری مرتبہ توفیق اللہ کہنے کی نہ ہوتی پس اللہ اللہ کا ذکر کرنا ہی دلیل ہے کہ ہر اللہ کہنا تیرا قبول ہو رہا ہے۔

حکایت: ایک بزرگ نے اپنے مرید سے فرمایا کہ ہم کو معلوم ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالٰی ہم کو یاد فرماتے ہیں مرید نے کہا یہ کس طرح؟

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں بھی اسے یاد کرتا ہوں اگر تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اکیلے یاد کرتا ہوں اگر کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر فرشتوں کی

مجلس میں کرتا ہوں۔ پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب مجھے ذکر کی توفیق ہوتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس وقت حق تعالیٰ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔

شعـــر ۷۷۔

زانتظار جنین دروں رحم　　　　نطفہ را شاہ گلعذار کند

ترجمہ وتشریح : یہ انتظار ہی کی برکت ہے کہ رحم مادر میں ۹ ماہ جنین انتظار کرتا ہے اور یہ انتظار اس نطفہ کو شاہ گلعذار کرتا ہے۔

کہ کردست بر آب سورت گری　　　　دہد نطفہ را صورت چوں پری

ترجمہ: کون ہے وہ جس نے پانی پر صورت گری کی ہے اور نطفہ کو پری جیسی صورت عطا کرتا ہے۔

شعـــر :

انتظار حبوب زیر زمیں　　　　ہر یکے دانہ ہزار کند

ترجمہ وتشریح: زمین کے نیچے دانہ انتظار کرتا ہے اور یہ انتظار اسی ایک دانہ کو ہزار دانہ کرتا ہے ان تمام اشعار کی تشریح شعر میں موجود ہے۔

شعـــر :

بے کران ست فضل منتظرش　　　　راندہ را لائق کنار کند

ترجمہ وتشریح: حق تعالیٰ کا فضل منتظر بے پایاں ولا متناہی ہے جو راندۂ دربار کو درباری اور مقبول کرتا ہے۔ چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جن کے ابتدائی حالات خراب تھے اور پھر حق تعالیٰ کی رحمت سے ان کو توفیق توبہ عطا ہوئی اور وہ مقبول بارگاہ ہو گئے اور بعضے پیشوائے راہ بھی ہو گئے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا　　　　گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

شعـــر

انتظار صبی سوائے استاد　　　　مکسب علم بے شمار کند

ترجمہ وتشریح: بچے کا استاد کی طرف انتظار علم بے شمار اس کو عطا کرتا ہے۔ یہاں بھی مفہوم وہی ہے جو شعر میں ہے یعنی استاد کے مشورہ سے تعلیم کی محنت جاری رکھے اور غفلت نہ کرے ایک دن علم بے شمار حاصل ہوگا۔ مولانا کا ہر شعر میں نئے نئے مثال کا مقصد طالب علم کی ہمت بڑھانا ہے اور تعلیم استقامت دینا ہے اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ استقامت کرامت سے افضل ہے۔

شعـــر :

زانتظارات شمس تبریزی   تیر و ناہید و مہ دوار کند

حل لغت: تیر۔ستارۂ عطارہ، ناہید، ستارہ زہرہ کہ تیسرے آسمان پر روشن ہے، دوار، بہت گردش کرنے والا۔

ترجمہ وتشریح: اب مولانا اپنے مرشد حضرت شمس تبریزی کی تعلیم وتربیت وفیض باطنی کو بیان فرماتے ہیں کہ شمس الدین تبریزی کے ساتھ رہنا اور مجاہدات برداشت کرنا اور الطاف وعنایات غیبیہ کا منتظر رہنا ستارۂ عطارد وزہرہ اور چاند کی طرح گردش کرنے والا کرتا ہے یعنی ایسی قوی نسبت عطا ہوتی ہے کہ کائنات میں خلق کثیر اس سے استفادۂ باطنی کرتی ہے۔

انتظار: لغت میں چیز برا چشم داشتن۔ کسی چیز پر امید رکھنے کو کہتے ہیں۔ انتظار سے متعلق جس قدر اشعار ہیں ان سے یہ تعلیم دینا ہے کہ سالک کو حق تعالیٰ کے فضل کی امید پر کام میں لگے رہنا چاہئے کیونکہ بہت سے نادان سالکین کچھ دن راستے پر چلے اور پھر مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ مولانا نے اس حماقت وجہل پر تنبیہ فرمائی ہے۔

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے   جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے
جو ناکام ہو تا رہے عمر بھر بھی   بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

☆☆☆

احیائے سنت کا ثواب

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما (احزاب)

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ مراد کو پہنچا۔

(۱) جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو گئی تھی تو اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے ثواب کی طرح اجر ملے گا۔ اور اس سے ان کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی (ترمذی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوح الغیب

از:
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

اولیاءِ کرام کا مقابلہ نہ کرو

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اے خواہشات کے بندو! تم صاحب حال لوگوں کا ہرگز مقابلہ نہ کرو کیونکہ وہ تو خدا کے غلام ہیں اور تمہارے رجحان کا مرکز خالص دنیا ہے وہ عقبیٰ کی جانب ملتفت ہیں اور تمہاری نظریں دنیا پر لگی ہوئی ہیں۔ وہ ارض وسماء کے رب سے رشتہ قائم کیے ہوئے ہیں اور تمہاری محبت کا مرکز مخلوق اور انسان ہیں۔ ان کو خدا سے لگاؤ اور محبت ہے اور تمہارا قلبی رجحان اہل زمین سے وابستہ ہے۔ ان کے قلوب عرش کے مالک سے جڑے ہوئے ہیں اور تم جس شئے پر بھی نظر ڈالتے ہو اسی کا شکار ہو کر رہ جاتے ہو۔

وہ لوگ اپنے دیکھنے والے کی جانب نہیں دیکھتے بلکہ خالق اشیاء کا نظارہ کرتے ہیں جو بظاہر نظر نہیں آتا۔ وہی لوگ فائز المرام ہو کر نجات پا گئے۔ اور تم دنیاوی حرص وخواہش کے مرہون منت ہو کر رہ گئے۔ وہ خواہشات مخلوقات ارادوں اور مرادوں سے نجات حاصل کر کے خدا کے قرب میں جا پہنچے۔ اور ان کو خدا نے اس چیز سے آگاہ کروا دیا جو ان کی تخلیق کا باعث تھی یعنی خدا کی اطاعت اور اسکی حمد وثنا اور یہ سب خدا کا فضل خاص ہی ہے کہ وہ جس کو چاہے عطا کر دے۔ ان لوگوں نے حمد وثناء کو واجب تصور کرتے ہوئے اس پر مداومت اختیار کی اور خدا ہی کی توفیق کے بدولت ہمیشہ بغیر کسی تکلیف ومشقت آسانی کے ساتھ اس میں مشغول رہے۔ لہٰذا اطاعت ان کی روحانی غذا بن جانے کی وجہ سے دنیا بھی ان کے حق میں ایسی نعمت وراحت بن گئی۔ جیسے کہ وہ جنت میں مقیم ہیں کیونکہ وہ کسی شئے پر نظر ڈالنے سے قبل ہی اس کے خالق اور خالق کے فعل کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور انہیں لوگوں کے دم سے ارض وسما کو ثبات نیز زندہ اور مردہ لوگوں کو قرار حاصل ہے۔ کیونکہ ان کو فرش زمین کے لئے بطور میخ کے بنا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کوہ گراں بن کر اپنی جگہ پر قائم ہے۔

لہٰذا تم ان سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرتے ہوئے ان کی راہوں سے ہٹ جاؤ اس لئے کہ ان کی

راہوں میں تو ان کے ماں باپ اور اولادیں بھی حائل نہ ہو سکے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو سب لوگوں پر فوقیت حاصل ہے جن کو میرے رب نے تخلیق کر کے زمین میں منتشر کر کے چھوڑ دیا ہے اور جب تک آسمان وزمین قائم ہیں ان پر خدا کی رحمت اور سلام نازل ہوتا رہے گا۔

''بیم ورجاء کا عالم''

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ پر ہوں جو کہ مسجد سے مشابہ ہے اور وہاں کچھ ایسے لوگ جمع ہیں جو مخلوق سے رشتہ منقطع کر چکے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ اگر ان میں فلاں شخص موجود ہے تو وہ ان کو ادب کی تعلیم دے کر ہدایت یافتہ بنا دے۔ یہ کہہ کر میں نے ایک نیک شخص کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ سن کر تمام لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک فرد نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کوئی بات کیوں نہیں کرتے؟ تو میں نے پوچھا کہ تم میری گفتگو پسند کرو گے اور پھر میں نے ان سے کہنا شروع کیا کہ جب تم مخلوق سے رشتہ منقطع کر کے واصل الی اللہ ہو چکے ہو تو پھر تمہیں چاہیے کہ اپنی زبان کو بند رکھتے ہوئے لوگوں سے کسی قسم کا بھی سوال نہ کرو اور جب تم اس موقف میں پہنچ جاؤ تو پھر اپنے قلب میں بھی اس شئے کا تصور تک نہ آنے دو۔ اس لئے کہ قلب سے سوال کرنا بھی زبان ہی سے سوال کرنے کے مترادف ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ خدائے تعالیٰ کی ہر روز ایک نئی شان ہوا کرتی ہے جس میں تغیر وتبدل اور رفعت وپستی بھی ہوا کرتے ہیں وہ ایک گروہ کو تو مقام علیین تک رفعت عطا فرماتا ہے اور ایک گروہ کو اسفل السافلین میں پھینک دیتا ہے اور پہلا گروہ اس چیز کا متمنی رہتا ہے کہ اس کو اسی مقام پر باقی رکھتے ہوئے اس کا تحفظ کیا جائے۔ مگر دوسرا گروہ اس لئے خوفزدہ رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کو سدا کے لئے یہی پڑا رہنا پڑے۔ اور ہمیشہ اس کی یہی خواہش رہتی ہے کہ کاش ہم کو بھی اعلیٰ علیین میں بھیج دیا ہے اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

☆☆☆☆

ولی زندہ شود ہرگز نہ میرد　　ولی بیدار باشد خوابش نگیرد

ولی اللہ زندہ ہوتے ہیں ہرگز کبھی نہیں مرتے۔ ولی بیدار رہتا ہے اس کو غفلت کی نیند نہیں آتی

(حضرت سلطان باھوؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بوستان سعدی

از: حضرت مولانا
شیخ سعدی

حکایت

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت | بسر چشمۂ بر بسنگے نوشت
میں نے سنا ہے کہ مبارک طبیعت جمشدی نے | ایک چشمہ کے ایک پتھر پر کندہ کردیا
بدیں چشمہ چوں ما بسے دم زدند | برفتند چوں چشم برہم زدند
اس چشمہ پر مجھ جیسے بہت سوں نے دم لیا | جو پلک جھپکتے میں چلے گئے
گرفتیم عالم بمردی وزور | ولیکن نبردیم باخود بگور
ہم نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی | لیکن اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جاسکے
چو بردشمنے باشدت دسترس | مرنجانش کو را ہمیں غصہ بس
جب کسی دشمن پر تجھے قابو حاصل ہوجائے | تو اس کو نہ ستا، اس کے لئے یہی غصہ کافی ہے
عدو زندہ سرگشتہ پرامنت | بہ از خون او کشتہ در گردنت
زندہ پریشان دشمن تیرے چاروں طرف | تیری گردن پر اس کے خون سے بہتر ہے

حکایت

شنیدم کہ دارا ئے فرخ تبار | زلشکر جدا ماند روز شکار
میں نے سنا ہے کہ دارا مبارک خاندان والا | شکار کے روز لشکر سے جدا ہوگیا

دواں آمدش گلہ بانے بپیش
ایک چرواہا دوڑتا ہوا اس کے سامنے آیا
شہنشہ برآورد تغلق زکیش
بادشاہ نے ترکش سے تیر نکال لیا

بصحرا در از دشمناں دار باک
جنگل میں دشمن کا خیال رکھنا
کہ درخانہ باشد گل از خار پاک
اس لئے کہ گھر میں تو پھول کانٹے سے پاک ہوتا ہے

برآورد چوپان بد دل خروش
خوف زدہ چرواہا چیخا
کہ دشمن نیم در ہلاکم مکوش
کہ میں دشمن نہیں ہوں مجھے مارنے کی کوشش نہ کر

من آنم کہ اسپان شہ پرورم
میں تو وہی ہوں جو بادشاہ کے گھوڑے پالتا ہوں
بخدمت دریں مرغزار آورم
خدمت گزاری کے لئے اس چراگاہ میں لاتا ہوں

ملک را دل رفتہ آمد بجای
بادشاہ کا دھڑکتا دل جگہ پر آیا
بخندید وگفت اے نکو ہیدہ رای
ہنسا اور کہا کہ اے بے وقوف

ترا یاوری کرد فرخ سروش
تیری غیبی فرشتے نے مدد کردی
وگر نہ زہ آوردہ بودم بگوش
ورنہ میں تو چلہ کان کی برابر کھینچ چکا تھا

نگہبان مرعیٰ بخندید وگفت
چراگاہ کا نگہبان ہنسا اور اس نے کہا
نصیحت زیاراں نشاید نہفت
یاروں سے نصیحت کو نہ چھپانا چاہئے

نہ تدبیر محمود ورائے نکوست
یہ قابل تعریف تدبیر اور بہتر رائے نہیں ہے
کہ دشمن نداند شہنشاہ ز دوست
کہ بادشاہ دوست دشمن میں تمیز نہ کرسکے

چنانست در مہتری شرط زیست
سرداری میں جینے کی یہ شرط ہے
کہ ہر کہترے را بدانی کہ کیست
کہ تو ہر ماتحت کو پہچانے کہ وہ کون ہے

مرا بار ہا در حضر دیدۂ
تو نے مجھے بار ہا دربار میں دیکھا ہے
زخیل و چراگاہ پر سیدۂ
گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات دریافت کئے ہیں

کنونت بمہر آمدم پیش باز
نمی دانیم از بدانیش باز

اب کہ میں مہربانی سے تیرے سامنے آیا
تو پھر تو مجھے دشمن سے ممتاز نہ کرسکا

تو انم من اے نامور شہر یار
کہ اسپے بروں آرم از صدر ہزار

اے نامور بادشاہ میں یہ کرسکتا ہوں
کہ ہزاروں میں سے ایک گھوڑے کو نکال لاؤں

مرا گلہ بانی بعقلست ورای
تو ہم گلہ خویش داری بپای

میں عقل اور سمجھ سے چرواہا پن کرتا ہوں
تو بھی اپنے ریوڑ کو قائم رکھ!

دراں دارِ مُلک از خلل غم بود
کہ تدبیر شاہ از شباں کم بود

اس سلطنت میں نقصان کا غم ہے
جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو

گفتــــار

تو کے بشنوی نالۂ داد خواہ
بکیواں برت کلۂ خواب گاہ

تو انصاف چاہنے والے کی فریاد کب سن سکتا ہے
جب تیری خواب گاہ کا پردہ ساتویں آسمان پر ہو

چناں خسپ کاید فغانت بگوش
اگر داد خواہے برآرد خروش

ایسا سو کہ فریاد کان میں آسکے تیرے
اگر کوئی انصاف چاہنے والا فریاد کرے

کہ نالد زظالم کہ دردورِتست
کہ ہر جور کومی کند جورِ تست

کہ تیرے زمانے میں ظالم سے کون نالہ کرے
بلکہ وہ جو ظلم کررہا ہے وہ تیرا ظلم ہے

نہ سگ دامن کاروانے درید
کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید

کتے نے قافلہ کا دامن چاک نہیں کیا
بلکہ اس بے وقوف کاشتکار نے جس نے کتا پالا

دلیر آمدی سعد یا درسخن
چو تیغے بدستست فتحے بکن

اے سعدی بات کہنے میں تو دلیر ہے
جب تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو فتح کر!

بگو انچہ دانی کہ حق گتہ بہ — نہ رشوت ستانی ونہ عشوہ دہ

جو کچھ تو جانتا ہے کہہ ڈال اس لئے کہ سچی بات کا کہنا بہتر ہے — تو نہ رشوت خور ہے نہ فریب دہ

زباں بند ودفتر زحکمت بشوی — طمع بگسل وہرچہ خواہی بگوی

زبان کو بند کر اور کتاب دانائی سے دھوڈال — لالچ کو ختم کردے اور پھر جوچاہے کہہ

حکایت

خبر یافت گردن کشے در عراق — کہ می گفت سکینے از زیر طاق

عراق میں ایک بادشاہ کو معلوم ہوا — کہ ایک سکین محل کے نیچے کہہ رہاتھا

تو ہم بردرے ہستی امید وار — پس امید بردرنشیناں برار

تو بھی کسی دروازے کا امید وار ہے — لہٰذا دروازے پر پڑے ہوؤں کی امید پوری کر

دل دردمند برآور زبند — کہ ہرگزنباشد دلت دردمند

درد مندوں کے دل کو فکر سے چھڑا — تاکہ تیرا دل کبھی درد مند نہ ہو

پریشانئے خاطر داد خواہ — براندازداز مملکت پادشاہ

انصاف چاہنے والے کی دل کی پریشانی — بادشاہ کو گدی سے اتار پھینکتی ہے

تو خفتہ خنک در حرم نیمروز — غریب از بروں گو بگر ما بسوز

تو دوپہر میں آرام سے محل میں سویا ہوا ہے — تو پردیسی سے کہہ دے کہ باہرگرمی سے جل

ستانندۂ داد آں کس خداست — کہ نتواند از پادشہ دادخواست

اس شخص کا خدا انصاف لیتا ہے — جو بادشاہ سے انصاف نہ چاہ سکے

حکایت

یکے از بزرگان اہل تمیز — حکایت کند زابن عبدالعزیز

بزرگوں میں سے ایک اہل تمیز — عمر ابن عبدالعزیز کا قصہ بیان کرتا ہے

کہ بودش نگینے برانگشتری
کہ اس کی انگوٹھی پر ایک نگ تھا
بشب گفتی آں جرم گیتی فروز
اس جہان کے روشن کرنے والے جسم کو رات میں یہ کہتا
قضا را در آمد یکے خشک سال
اتفاقاً ایک ایسا خشک سال آیا
چو در مردم آرام وقوت ندید
جب اس نے انسانوں میں آرام اور قوت نہ دیکھی
چو بیند کسے زہر در کام خلق
جب کوئی انسانوں کے منہ میں زہر دیکھ رہا ہو
بفرمود وبفروختندش بسیم
اس نے حکم دے دیا کہ اس کو چاندی کے عوض فروخت کردیں
بیک ہفتہ نقدش بتا راج داد
اس کی نقدی ایک ہفتہ میں لٹادی
بریدند بروے ملامت کناں
ملامت کرنے والوں نے اس کو طعنہ دیا
شنیدم کہ می گفت وبارانِ مع
میں نے سنا ہے کہ وہ کہہ رہا تھا اور آنسوؤں کی بارش
کہ زشتست پیرا یہ بر شہر یار
بادشاہ کے لئے زینت بری ہے

فروماندہ در قیمتیش جوہری
جوہری اس کی قیمت لگانے سے عاجز تھے
درے بورد درروشنائی چو روز
کہ وہ موتی چمک میں دن کی طرح تھا
کہ شد بدر سیمائے مردم ہلال
کہ لوگوں کا چودھویں رات کے چاند جیسا چہرہ ہلال بن گیا
خود آسودہ بودن مروت ندید
تو اپنے آپ آرام کرنا شرافت نہ سمجھا
کیش بگزرد آب نوشیں بحلق
تو بہترین پانی اس کے حلق سے کیسے اتر سکتا ہے
کہ رحم آمدش بر غریب ویتیم
کیونکہ اس کو مسافر اور یتیم پر رحم آیا
بدرویش ومسکین ومحتاج داد
درویش اور مسکین اور محتاج کو دی
کہ دیگر بدستت نیابد چناں
اب اس جیسا ہاتھ نہ لگے گا
بعارض فرومید ویدش چو شمع
اس کے رخساروں پر شمع کی طرح بہہ رہی تھی
دل شہری از ناتوانی فگار
جب کسی بھی شہری کا دل کمزوری سے زخمی ہو

مرا شاید انگشتری بے نگیں
میرے لئے بے نگ کی انگوٹھی مناسب ہے

نشاید دل خلقے اندوہ گیں
لیکن رعایا کا غمگین دل مناسب نہیں ہے

خنک آنکہ آسایش مرد وزن
وہ آدمی بہت خوب ہے جو مردوں اور

گزیند بر آسایش خویشتن
عورتوں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دے

نکردند رغبت ہنر پروراں
ہنر مندوں نے رغبت نہیں کی

بشادی خویش ازغم دیگراں
اپنی خوشی کی دوسروں کے غم سے

اگر خوش بخسپد ملک برسریر
اگر بادشاہ تخت پر آرام سے سوئے

نہ پندارم آسودہ خسپد فقیر
مجھے یقین نہیں کہ فقیر آرام سے سوسکے

وگر زندہ دارد شب دیریاز
اور اگر دراز رات تک وہ جاگے

بخسپند مردم بآرام وناز
تو لوگ آرام وراحت سے سوئیں گے

بحمد اللہ ایں سیرت وراہ راست
خدا کا شکر ہے کہ یہ عادت اور سیدھا راستہ

اتابک ابوبکر بن سعد راست
اتابک ابوبکر بن سعد کو حاصل ہے

کس ازفتنہ درپارس دیگر نشاں
فارس میں کوئی بھی کسی اور فتنہ کا نشان

نہ بیند مگر قامت مہو شاں
نہیں دیکھتا سوائے چاند جیسے چہروں والوں کے قد کے

یکے پنج بیتم خوش آمد بگوش
ایک پانچ شعر مجھے سننے میں بھلے معلوم ہوئے

کہ در مجلسے میسر ودند دوش
جو شب گزشتہ لوگ ایک مجلس میں پڑھ رہے تھے

☆☆☆

عالم جاہل کی شناخت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم جاہل سے ڈرو تو صحابہ کرام نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یارسول اللہ! جاہل عالم کون ہوتا ہے فرمایا جو زبان کا عالم ہو لیکن دل کا جاہل ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علاج السالکین

محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ قبلہ۔ حیدرآباد

شکایت:

اے خدا کے ڈھونڈھنے والو تم نے خدا کو ہر جگہ ڈھونڈا، کہاں کہاں گشت لگایا دشوار سے دشوار مقامات تک بھی ہو آیا پر کہیں اس کا پتہ نہ پایا۔

آؤ ہم تمہیں جہاں بتاتے ہیں وہاں ڈھونڈو وہ ملے گا تو وہ ہیں ملے گا سنو سنو اس کے ملنے کی جگہ دل ہے دل ہی تو وہ تخت ہے جس کو عرش سبحان کہتے ہیں نہیں نہیں۔ دل ہی وہ مکان ہے جسے لامکان کہتے ہیں دل اس کے گھر کا نام ہے جو بے نشان ہے اسی نے دل کو یہ وسعت دی ہے کہ سب کی سمائی اس میں ہو جاتی ہے اسی نے اس کو یہ فراخی دی ہے کہ سب کی گنجائش اس میں ہو جاتی ہے کوئی چیز نہیں کہ اس میں نہ سما سکے کوئی شے نہیں کہ اس میں نہ آ سکے۔

چیزوں کا ذکر چھوڑو اشیاء کا نام نہ لو۔ وہ اس میں سما جاتا ہے جو کہیں نہیں سماتا وہ اس میں رہتا ہے جو کہیں نہیں رہتا وہ اس میں نظر آتا ہے جو کہیں دکھائی نہیں دیتا وہ اس میں ٹھہرتا ہے جو کہیں نہیں ٹھہرتا جو زمین پر نہیں سماتا، جو آسمان میں نہیں آتا وہ دل ہی میں آ جاتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است　　　من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز　　　می نہ گنجم ایں یقین داں اے عزیز
در دل مومن بگنجم اے عجیب　　　گر مرا جوئی در آں دلہا طلب

یعنی نہ زمین میں یہ گنجائش نہ آسمان میں یہ وسعت جو مومن کے دل میں ہے اگر مجھ کو ڈھونڈنا ہو تو انہیں دلوں میں ڈھونڈو۔

اے خدا کے ڈھونڈنے والو! یہ جو کچھ تم نے سنا سب سچ ہے مگر یہ اس دل کی شان نہیں ہے جو ہمارے پہلو میں ہے اس نے تو لٹیا ہی ڈبو دی۔ رات دن غفلت میں ڈوبا ہوا ہے اس کی عمر قیل وقال میں گزر رہی ہے ہر وقت نئی نئی بیڑیوں میں جکڑا جاتا ہے پھر بھی جب سوجھتی ہے تو اور جکڑے جانے ہی کی سوجھتی ہے۔ راستہ بھولا ہوا غفلت کی نیند میں ہے غیر خدا کی محبت میں کچھ ایسا مست ہے کہ یہ نشہ ابھی اترا ہی نہیں کہ اور چڑھتے ہی جاتا ہے پھر آخرت کا ہوش آئے تو کس طرح آئے۔

کم انادی وھولا یصغی التناد　　　　وافؤادی وافؤادی وافؤاد

ہائے اے دل۔ افسوس اے دل میرے پیارے دل میں تجھے کب تک پکاروں تو میری سنتا ہی نہیں وہ دن کب آئیں گے جو تو پلٹی کھائے گا سب کو چھوڑ کر ایک کا ہو جائے گا۔

یا ابھائی اتخذ قلباً سواہ　　　　فھو ما معبودہ الا ھواہ

کیا کروں یہ دل تو اب کام کا نہ رہا۔ اس نے تو خدا کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس دل کو تو آگ لگا دو۔

خدا کو ڈھونڈنے کے پہلے کوئی اور ایسا دل ڈھونڈو جس میں خدا آ سکے اس کا معبود ہو تو خدا ہی ہو اس کا محبوب ہو تو خدا ہی ہو اس کا مقصود ہو تو خدا ہی ہو۔

اے عندلیب آ کریں مل کے زاریاں　　　　تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

طرح طرح کی بیماریوں نے اس دل کو تو مسخ کر دیا ہے اس کو یہ بھی خبر نہیں کہ میں بیمار ہوں۔ سن اے دل تو بیمار ہے تیری بیماریوں کا پہچاننا بہت مشکل ہے اس لئے تو سمجھتا ہی نہیں کہ میں بیمار ہوں ایک وقت تیرے سمجھنے کا آتا ہے اس وقت سمجھنے سے کیا فائدہ اب وقت ہے سمجھتا ہے تو سمجھ لے۔

مانو نہ مانو حضرت دل اختیار ہے　　　　ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

ہر چیز علامتوں سے پہچانی جاتی ہے تیرے بیمار ہونے کی یہ علامتیں ہیں۔

پہلی علامت: انسان کا ہر عضو ایک خاص فعل کے لئے بنایا گیا ہے جس فعل کے لئے وہ عضو بنا ہے اگر وہ فعل اس عضو سے صادر نہ ہو سکے یا بہت ہی خلل کے ساتھ ہو سکے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ عضو بیمار ہے جیسے ہاتھ پکڑنے کے لئے پیر چلنے کے لئے کان سننے کے لئے آنکھ دیکھنے کے لئے بنائے گئے ہیں اگر ہاتھ پکڑ نہ سکے پیر چل نہ سکے، کان سن نہ سکے، آنکھ نہ دیکھ سکے تو سمجھو کہ یہ اعضاء بیمار ہیں۔ ایسا ہی دل بھی خدا کی محبت اور معرفت اور اس کے عبادت کی لذت لینے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر دل میں یہ نہیں تو وہ دل تندرست نہیں بلکہ بیمار ہے۔

میرے پیارے دل جس معدہ کو روٹی سے زیادہ مٹی پیاری ہوتو اس کو بیمار کہنے تیار ہو جاتا ہے ایسا ہی اگر اللہ سے زیادہ اور چیزیں تجھے پیاری ہوں تو کیا ہم تجھ کو بیمار نہ کہیں تجھے نفس شیطان دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں تو یہی سمجھا ہوا ہے کہ مجھے خدا سے محبت ہے اور میں تندرست ہوں۔

ذرا محبت کی کسوٹی پر اپنی محبت کو کس کر تو دیکھو جب تجھے خبر ہوگی کہ میں اب تک دھوکے میں تھا ہے کچھ اور سمجھا تھا کچھ۔

محبت کی کسوٹی: وہ کسوٹی یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کے محبوب ایک چیز کا حکم دے رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف ہے اب دیکھو دل کدھر جھلتا ہے اگر خدائے تعالیٰ کے حکم کے طرف مائل ہے تو معلوم ہو کہ خدائے تعالیٰ کی محبت غالب ہے یہی محبت دل کی صحت کی علامت ہے اگر دنیا اور دنیا کے محبوب کی طرف جھک رہا ہے تو سمجھو کہ دنیا کی محبت غالب ہے۔ خدا کی محبت نہیں صرف دھوکہ ہے یہی دل کے بیمار ہونے کی علامت ہے۔ خدا کے لئے سنبھلو اور جلد دل کو صحت ہونے کے لئے کوئی تدبیر کرو۔

بیماری دل کی شدت وکمی: دیکھو دل بیماری کی کمی وزیادتی کا معیار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوائے دنیا کی کسی چیز کی محبت جس درجہ کی ہوگی اسی درجہ کا دل کو مرض ہے اگر زیادہ محبت ہے تو مرض بھی سخت ہے اگر تھوڑی محبت ہے تو مرض بھی خفیف ہے۔ ہاں ان چیزوں کی محبت کوئی اس وجہ سے رکھا ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مدد دے رہی ہیں تو اس کو مرض نہ سمجھو یہ صحت کی علامت ہے۔

دوسری علامت: دل بدن کا بادشاہ ہے اور بدن اس کی رعیت اور سلطنت ہے جب رعیت اعضاء ہیں جیسے آنکھ، کان، زبان وغیرہ تو بادشاہ کے بھی اعضاء ہونا ضروری ہے۔ بصیرت دل کی آنکھ ہے تذکرہ دل کی زبان ہے۔ مراقبہ دل کا سننا یعنی اس کے کان ہیں جب خدائے تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ اس کی نیکیوں کی وجہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے کہ ہر چیز کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے رات دن ذکر کے ساتھ فکر میں بھی لگا رہتا ہے اور دل کی زبان کو بھی کھولتا ہے کہ ہمیشہ محبوب کی یاد اس دل میں بسی رہتی ہے یادداشت کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس دل کے کانوں کو سنا تا ہے۔ ہمیشہ مراقبہ میں لگا رہتا ہے۔ یہ دل کے صحت کی علامت ہے بخلاف اس کے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ اس کی نافرمانیوں کی وجہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل کی آنکھوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے نہ کبھی عبرت ہوتی ہے نہ کسی وقت فکر اور مراقبہ کی نوبت آتی ہے، دل کی زبان کو

بھی گویائی سے روک دیتا ہے۔ کبھی بھولے سے بھی یادالٰہی اس دل میں نہیں آتی رات دن غفلت میں گزرتی ہے یہی دل کی بیماری کی علامت ہے۔

دل کی صحت کی علامتیں: شک ونفاق سے دل پاک ہونا، کبیرہ گناہوں سے بچتے رہنا رضائے حق کی طلب پیدا ہونا، یعنی جو کام کرے خدائے تعالیٰ کے راضی ہونے کے لئے کیا کرے۔ باطنی نسبت حاصل ہونا ذکر و یادداشت کا ایسا ملکہ ہوجائے کہ کسی وقت غفلت اور بھول نہ ہو اور اس میں زیادہ تکلیف نہ کرنا پڑے اور اطاعت حق یعنی احکام شعریہ کے اتباع کی دلی رغبت اور ناجائز وممنوع امور سے دل نفرت ہوجائے اور دنیا کی حرص دل سے نکل جائے اور قرآن کی زندہ تصویر بن جائے۔

(یہ باطنی نسبت پیدا ہونے کی علامت ہے)

دل کی بیماریوں کا مادہ : غفلت، حب دنیا، اتباع شہوات یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اور ان کی الفت اور عادات، تکبر اور حسد یہی دل کی بیماریوں کا مادہ ہے اسی سے دل کی ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

دل کے بیمار کا پرہیز: گناہ پر اصرار غافلوں کی صحبت، اجنبی عورتوں کے ساتھ تنہائی اور ان کی ہم کلامی اس مالدار کی ہم نشینی جو اپنے مالداری پر اتراتے رہتے ہیں۔ ہویٰ یعنی نفسانی خواہشات کی پیروی، معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ قلب سے ہو یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں یا آنکھ کان۔

فضول کلام۔ کل نا شروع ہیں رغبت شہوۃ سے کسی کے طرف توجہ کرنا خواہ آنکھ سے یا دل کے خیال سے بیجا یا اعتدال سے زیادہ غصہ کرنا یا بدخلقی وبختی کے ساتھ کسی سے پیش آنا وہ غفلت جس کا سبب: دنیوی تعلقات ہوں کیونکہ ایسی غفلت تجدید ذکر سے بھی ختم نہیں ہوگی۔ بار بار ب قلب ادھر ہی کشش کرے گا کسی سے دوستی یا دشمنی باندھ لینا۔ دوست تو اس پر ہجوم کر کے اس کے وقت کو خراب کریں گے اور دشمن اس کو ایذائیں پہنچا کر پریشانی میں ڈالیں گے۔

اسی طرح جو امور دل کو پریشانی اور تشویش میں ڈالنے والے ہوں اور فی نفسہ ضروری نہ ہوں یہ چیزیں دل کے لئے زہر ہیں۔ ہمیشہ ان سے بچتے رہو۔

دل کے طبیب: انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب پیران کبار دل کے نباض اور اس کے معالج ہیں۔

جو نائب رسول کہ دل کے طبیب ہیں ان کی یہ علامتیں ہیں: پیر کامل وہ ہے جس میں یہ علامات ہوں بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو خواہ

تحصیل سے یا صحبت علماء سے عقائد و اعمال و اخلاق میں شریعت کا پابند ہو متقی ہو یعنی گناہوں سے بچتا ہو۔ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہوں۔ ظاہری و باطنی طاعتوں پر مداومت رکھتا ہو۔ دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔ آخرت اس کے پیش نظر ہو کمال دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دنیا ہے کسی پیر کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو۔ اس سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔ اس زمانہ کے منصف علماء اور مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ یہ نسبت عوام کے خواص یعنی سمجھدار دیندار لوگ اس کے طرف زیادہ مائل ہوں۔ اس سے جو لوگ بیعت کئے ہیں۔

ان میں اتباع شریعت غالب ہو۔ دنیا کی حرص کم ہو گئی ہو۔ وہ اپنے مریدوں کا خیال رکھتا ہو کہ کوئی بات ان سے خلاف شریعت و طریقت دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو ہر ایک کو اس کی مرضی پر نہ چھوڑتا ہو اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔ خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو کہ بغیر اس کے تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

جس شخص میں یہ علامتیں ہوں تو پھر اس میں یہ نہ دیکھئے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں یا اس کو کشف بھی ہوتا ہے یا نہیں یا یہ جو کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے یا نہیں یا یہ صاحب تصرفات ہے یا نہیں کیونکہ یہ امور پیر کامل کو لازم نہیں ہیں اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بھی پیر کامل کے لئے ضروری نہیں۔ اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کرسکتا ہے اس سے چنداں نفع ہی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔

دل کے علاج کی ترغیب: اے خدا کے ڈھونڈھنے والو! بیمار دل کب تک پہلو میں لئے رہو گے۔ دیکھو بیماری بڑھ رہی ہے۔ بیماری کا انجام موت ہے۔ اگر دل مر گیا تو اس مردہ دل کو لے کر کیا کرو گے۔ آخرت کی سعادت تو زندہ دل کے ساتھ ہے۔ زندہ دل کو قلب سلیم کہتے ہیں۔ اسی کے طرف زوردار الفاظ میں رغبت دلائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم جہاں مال ہی کام آئے گا نہ اولاد وہاں وہ دل کام آئے گا جو دل کی بیماریوں سے صحیح و سالم ہے۔

میرے پیارے دل تو کسی بیمار کو دیکھا ہی نہیں تجھے کیا خبر کہ بیماری میں کیا کرتے ہیں اور تو بیمار کیا کر رہا ہے۔ فرض کرو کہ دنیا کا ایک خود مختار بادشاہ ہے۔ اپنی ساری خواہشات کو وہ پورا کرسکتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی لذت نہیں کہ جو وہ اس کو حاصل نہ کر سکے اتفاق سے ہو گیا وہ بیمار بیچ بتا اے دل اب وہ کیا کرے گا۔ طبیبوں کو بلائے گا۔ دوا ساز کو جمع کرے گا۔ کڑوی دوا کو گو وہ کیسی ہی ناگوار ہو خوشی سے پیئے

گا۔ ساری لذتوں کو خیر باد کہہ کر صرف طبیب کی بتائی ہوئی چیزوں کو استعمال کرے گا۔ اس سے گو وہ لاغر ہوتا جائے گا۔ مگر دن بدن اس کی بیماری میں گھٹاؤ ہونا شروع ہوگا اور اس کو صحت ہوتی جائے گی۔ اس اثناء میں اگر اس کا نفس پرہیز توڑنا چاہے گا تو شروع بیماری کے دور ین اور تکلیفیں پیش ہوئیں گے موت آنکھوں کے سامنے پھرے گی۔ ہمیشہ اس کو شفا کا خیال، بدکی صحت، آرام وراحت کی زندگی کڑوی سے کڑوی دوا پینے کے لئے ابھارتے رہیں گے۔ لذتوں کا چھوڑنا، ناگوار چیزوں پر صبر کرنا اس کو آسان ہوگا۔

میرے پیارے دل دیکھ بیمار اس طرح بیماری کا علاج کیا کرتے ہیں تو بھی کبھی طبیب روحانی کو نبض دکھایا اور کبھی علماء ربانی سے مشورہ لیا اور ان کی بتائی ہوئی کڑوی دوا کا کبھی استعمال کیا۔ کبھی تجھ کو پرہیز کا بھی خیال آیا۔ جب یہ کچھ نہ کیا تو بتا پھر تیری بیماری جائے تو کس طرح جائے۔

اے دل مجھے تو تیرے آثار کچھ اچھے نہیں دکھتے کیا سچ مچ تو مردہ دل ہی کہلانا چاہتا ہے شیطان کی شماتت کا بھی تجھ کو کچھ خیال نہیں کب تک ہاتھ پر دھرے بیٹھا رہے گا۔ چل اٹھ اب علاج میں سستی نہ کر۔ ہمت کر ہمت ہی سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔ انسان اگر ہمت کرتا ہے تو پرندوں کو ہوا سے، مچھلی کو دریا کی تہ سے ہونے چاندی کو سخت پہاڑوں کے اندر سے، وحشی جانوروں کو لق ودق جنگلوں سے درندوں کو ان کی کھوئی سے نکال لاتا ہے جب یہ ہمت کرتا ہے تو زہریلے سانپوں کو پکڑتا ہے پھر ان کو کھیل بناتا ہے۔ ان سے تریاق تیار کرتا ہے۔

انسان کی ہی ہمت کا نتیجہ ہے کہ توت کے پتوں سے کیڑوں کی پرورش ہوتی ہے پھر اس سے ریشمی تھان بن بن کر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

اللہ رے انسان کی ہمت زمین پر ہو کر آسمانوں پر دوڑ لگاتا ہے۔ تاروں کی سیر کا اندازہ کرتا ہے۔ علم ہیئت کے دقیق سے مسائل میں کس کس طرح سے موشگافیاں کرتا ہے۔

انسان ہمت کرتا ہے تو کیا نہیں ہوتا۔ سرکش گھوڑا اس کو سواری دیتا ہے۔ وحشی کتا اور اڑتا ہوا باز اس کے لئے شکار لاتا ہے۔ او غافل انسان ہمت کر کے تو سب کچھ کرتا ہے ایک نہیں کرتا ہے تو دل کا علاج۔

دیکھ تیری یہ غفلت تجھے برے دن دکھائے گی۔ ہزار دوا کی جائے پھر بھی ایک دن اس جسم کو مرنا ہے باوجود اس کے تو طبیب اجساد کی طرف ہمیشہ مشغول رہتا ہے۔ ابدال آباد تک تیرے ساتھ رہنے والے دل کی تجھے کچھ پرواہ نہیں کبھی اس کے علاج کے لئے تو طبیب قلوب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ آخر یہ کیا معاملہ۔

چند چند از حکمت یونیاں حکمت ایمانیاں را ہم بدال

دل کے بیماریوں کے ادویہ : دل کے بیماریوں کی دوائیں شریعت کے مطلب

میں بنتی ہیں ۔ انبیاء علیھم السلام ان کو ترتیب دیتے ہیں ۔ وہ عبادات اور اعمال صالحہ ۔ طاعت اور ذکر وتقویٰ ۔ خوف الٰہی سے رونا اور نعمتوں پر شکر کرنا، عالم ربانی کا وعظ سننا ہر امر میں سنت پر عمل کرنا ہمیشہ تہجد پڑھتے رہنا۔

دل کی بیماریوں کے اسباب: جسمانی بیماریوں سے دل کے بیماریوں کی تعداد بہت بڑی ہوتی ہے اس کے اسباب یہ ہیں ۔

پہلا سبب: کہ جسمانی مریض اپنے مرض کو سمجھتا ہے مگر دل کے بیمار کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ میں بیمار ہوں؟ اس لئے بیماری بڑھتی جاتی ہے اور ایک ایک بیماری سے کئی کئی بیماریاں پیدا ہوتے جاتے ہیں ۔

دوسرا سبب: دوسری وجہ یہ ہے کہ جسمانی بیماریوں کا انجام موت کی صورت میں آنکھوں کے سامنے دکھائی دیتا ہے بخلاف اس کے دل کے بیماریوں کا انجام اس عالم میں نظر نہیں آتا ہے۔ اس لئے بیمار بے فکر ہے اور بیماری اندر ہی اندر چرتے جا رہی ہے۔

تیسرا سبب: اصلی سبب دل کی بیماریوں کا وہ تقریریں ہیں جو ہمیشہ رجاء میں رکھ کر رحمت کی شان دکھا دکھا کر دل کے بیماروں کو ان کی بیماریوں سے غافل بنا رہے ہیں ۔ کاش یہ علاج نہیں کر سکتے ہیں تو مرض کو تو نہ بڑھاتے ۔

دل کے بیماریوں کے لئے اصول علاج: اے دل کے بیمار اگر تو شفا چاہتا ہے تو تجھے چاہئے کہ ان چند امور کا دل سے یقین کرے اگر ڈانواں ڈول رہا تو تجھے شفا کی امید نہ رکھنا چاہئے ۔ پہلے تو تجھے ماننا ہوگا کہ جسمانی مرض وصحت کی طرح دل کے مرض وصحت کے بھی اسباب ہیں جب تک تجھے اس پر پورا یقین نہ ہوگا تو تو علاج کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہوگا کیونکہ مرض کے سبب کو دور کرنے کا نام ہی علاج ہے جب سبب ہی کا یقین نہیں تو پھر علاج کیا۔

دوسرا طبیب جسمانی کی طرح کوئی (پیر کامل) طبیب روحانی کو خاص طور پر معین کر کے اس کی نسبت تجھے یہ یقین کرنا ہوگا کہ یہ طب روحانی کا عالم ہے اور اپنے فن میں حاذق ہے۔ تشخیص اور نسخہ نویسی میں اعلیٰ پایہ رکھتا ہے اپنا مطلب چلانے کے لئے جھوٹ سچ ملانے کا عادی نہیں ہے کیونکہ مرض کے سبب کا یقین کرنا گویا اصل طب پر یقین کرنا ہے۔ صرف یہ یقین نفع نہیں دے سکتا جب تک کسی خاص معین طبیب کی نسبت امور صدر کا یقین نہ کرے۔

تیسرا اس طبیب حاذق (پیر کامل) کے ہر بات کو دلی توجہ سے سننا ہوگا۔ کیسی ہی کڑوی دوا دے اس کو خوشی سے پینا پڑے گا جو وہ پرہیز بتائے اس پر سختی سے پابندی کرنا ہوگا۔

چوتھا بہت سے ایسے امراض ہیں کہ نبض اور قارورہ طبیب پر ظاہر نہیں ہو سکتے ہیں اس لئے طبیب کو اپنے کل امراض کی کی اطلاع دینا ضروری ہے اسی طرح اودل کے بیمار جو دل کے بیماریاں تجھ کو معلوم ہو سکتی ہیں ان سب کو پیر کامل پر ظاہر کرنا پڑے گا۔

ہائے افسوس آج کل مریض باوجود معلوم ہونے کے بھی طبیب روحانی سے مرض کو چھپاتا ہے اگر طبیب ہی اس مریض میں جو بیماریاں ہیں ظاہر کردے تو اس سے ناراض ہو جاتا ہے پھر صحت ہو تو کیسے ہو۔

روحانی طبیب کے لئے اصول علاج: روحانی طبیبوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ سلف صالحین کی یہ طرز تھی کہ جو کوئی مرید ہونے آتا تو ذکر والقائے نسبت کے پہلے اس کے اخلاق درست کرتے اور جو دل کی بیماریاں یعنی برے اخلاق ہیں ان کا علاج فرماتے پھر ذکر و شغل بتایا کرتے مثلاً کسی مرید کو دیکھا بنا ٹھنا رہتا ہے حکم دیا کرتے کہ مسجد میں جھاڑو دیا کرو۔ جھاڑو دینے والے کی کیا ہیئت اچھی رہ سکتی میں تکبر ہے تو یوں علاج فرماتے کہ نمازیوں کے جوتیاں درست کرتے رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی جب جوان ہوئیں تو حضرت کو ان کے عقد کا خیال ہوا خود مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لائے ہر لڑکے کے احوال پر اس کے دل پر نظر ڈالے۔ ان میں سے ایک کو منتخب فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں مفلس ہوں فرمایا بابا تم مفلس ہو تو کیا ہوا۔ تمہارا دل تو غنی ہے بابا ہم اللہ والا ڈھونڈھتے ہیں۔ تمہارے دل میں اس کی صلاحیت ہے۔ غرض حضرت نے اس قریب التحصیل طالب علم سے اپنی صاحبزادی کا نکاح فرمادیا۔ پھر وہ جب مرید ہوتے ہیں تو حضرت ان کے سر پر سیب کا ٹوکرا رکھا کر تمام شہر میں بکواتے ہیں ایک مدت کے بعد فرمائے بابا ہم نے تم سے جو سب بکوائے تھے اس سے غرض روپیہ کمانا نہیں تھی بلکہ مولویت کی نخوت وغرور جو تم میں تھی اس کو توڑنا منظور تھا۔ یہ قدیم روحانی طبیبوں کا علاج۔ اس کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب برتن کو قلعی کرنا چاہتے ہیں تو پہلے میل کچیل کو ریتی ڈال کر رگڑ رگڑ کر صاف کیا کرتے ہیں جب خوب صاف ہو جائے تو پھر قلعی کرتے ہیں یا جیسے طبیب جسمانی پہلے سہل سے مادہ فاسد نکال کر پھر دوا پلاتے یا مکان کو جب آراستہ کرنا منظور ہو تو پہلے کچڑا کوڑا جالے سب صاف کرکے پھر جھاڑ فانوس فرش سے آراستہ کرتے ہیں یا کسی کو عمدہ لباس پہنانا ہوتا ہے تو پہلے جسم کو غسل دے کر میل کچیل سے صاف کیا کرتے ہیں اس کو تخلیہ کہتے ہیں۔ پھر ذکر شغل بتا کر تجلیہ کیا کرتے تھے یعنی پہلے اخلاق رذیلہ دور کرکے پھر اخلاق حسنہ کا رنگ ان پر چڑھاتے تھے یہی طرز صحابہ کرام کے تربیت پانے اور تربیت کرنے کی تھی۔ متاخرین روحانی طبیبوں نے دیکھا کہ نہ پہلے کے جیسا لوگوں میں ہمت ہے نہ ویسی فرصت اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ

بعض مجبوریوں کی وجہ سے پہلے مکان میں فرش کر کے پھر آہستہ آہستہ صفائی کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ابتداءً ذکر بتا کر پھر آہستہ آہستہ دل کے امراض یعنی برے اخلاق کو چھڑاتے رہتے تھے اب آپ حضرات بھی مرید کر کے خدا کے لئے بے فکر نہ ہو جائیں دونوں طریقے آپ کے سامنے ہیں کوئی نہ کوئی طریقہ سے دل کے بیماریوں کا علاج فرماتے رہئے۔

صحابہ کرام کی بچوں کی طرح تربیت کی گئی ہے ہر بات میں ان کی نگرانی کی جاتی تھی۔ جس قدر موثر طریقہ تربیت کے تھے وہ سب برتے گئے۔ پہلے زبان سے قرآن وحدیث سنا سنا کر سمجھایا جاتا تھا۔ پھر حضرت ﷺ خود کر کے بتاتے تھے۔ ہر وقت نگرانی کی جاتی تھی۔ جہاں کوئی بات خلاف ہوئی تو فوراً ٹوک دیئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وحشی وخونی، سفاک، ظالم سارا نور وفیض بن کر نکلے۔ سارے عالم کو اپنے نور سے منور کر گئے۔ آپ بھی بحیثیت نائب رسول ہونے کے اسی طرح علاج فرمائیے۔ پھر دیکھئے کہ کس قدر جلد کایا پلٹ ہوتی ہے۔ اب تو لوگ عموماً یہ سمجھ رہے ہیں کہ مرید ہونا اور کچھ راز کی باتیں سیکھنا زیادہ سے زیادہ تھوڑا بہت ذکر کرنا بس یہی مریدی کی غرض ہے۔ اسی طرح سلوک طے ہوا کرتا ہے اس لئے دل کی بیماریاں ویسے کے ویسے رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا باادب گزارش ہے کہ تخلیہ شروع نہ سہی تحلیہ کے ساتھ ساتھ تو ہونا چاہئے یہی تو خلاصہ سلوک کا ہے جب آپ بیعت کے لئے ہاتھ لیں تو یوں سمجھئے کہ میں اس مرید کے دل کی نبض دیکھ رہا ہوں۔ طبیب حاذق کی طرح مختلف حرکات اور اس کے احوال کے قرائن سے اس کے چھپے امراض کا پتہ لگایئے۔ پھر ہر مرض کے لئے یہ سوچئے کہ کیا اسباب ہیں۔ اور کس طرح پیدا ہوئے ہیں ان اسباب کے دور ہونے کی کیا دوا ہے اس کا پرہیز کیا ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو وہ اعمال جو اس مرض کے ازالہ کے لئے مفید ہیں علم نافع کے ساتھ شرعی اوزان میں تول کر ایک معجون بنایئے اور استعمال کرایئے۔

دل کے بیماروں سے خطاب: اے دل کے بیمارو! اگر تقدیر نے یاوری نہ کی اور کوئی طبیب روحانی تم کو نہ ملا تو خیر یہ میرا رسالہ لو گھر بیٹھے طبیب حاذق کا کام دے گا۔ تمہارے ہر مرض کی تشخیص کرے گا۔ مرض کے اسباب اور پرہیز بتائے گا اور مجرب دوائیں دے گا جب صحت ہونے لگے تو اس ناچیز کو دعائے خیر سے یاد فرمایئے گا۔ پھر اگر کسی کو طبیب روحانی ملے وہ بھی انہی نسخوں کو جاری رکھے تب تو قصہ سہل ہوا اور اگر وہ دوسرے نسخوں کو برتنے لگے تو دل کے بیمار کو چاہئے کہ وہ ان ہی نسخوں کا استعمال کرتے رہے جو اس کا طبیب روحانی بتلا رہا ہے۔

روحانی نسخوں کا شہد: جیسے اکثر یونانی نسخوں کا جز شہد ہوا کرتا ہے اسی طرح

روحانی نسخوں کا جز متاخرین کے طرز پر ذکر ہے۔

ذکر کی ماہیت : ممکن ہے کہ کوئی ضرورت ہے کہ نسخوں کا جز جو ذکر ہے وہ یہ ہے۔

مشغول کے لئے طریقہ ذکر : کہ جو فکر معاش اور حقوق عباد سے فارغ نہ ہو تو اس کو ضروریات کا تو مضائقہ نہیں فضولیات میں اپنی عمر عزیز ضائع نہ کرے۔ ضروری کاروبار واداۓ حقوق عباد سے جو وقت بچے اس کو ذکر الٰہی میں صرف کرے فضولیات کو ضروریات نہ سمجھے۔ اکثر ہم فضول کاموں کو ضروری سمجھ کر انہیں میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے بے سمجھوں کا وقت بچتا ہی نہیں اس لئے ذکر نہ ہو سکنے کا عذر کیا کرتے ہیں۔ یہ نفس کا دھوکہ ہے اس سے بچو ذکر کے لئے وقت نکالو کثرت سے ذکر کیا کرو۔ ذکر ہی دل کے بیماریوں کے نسخوں کا متاخرین کے طرز پر جز اعظم ہے۔

اے خدا کے طلب کرنے والو جو کچھ تمہارا جاتا رہے اس پر افسوس نہ کرو۔ اگر افسوس کرو تو ان گھڑیوں کے جانے پر کرو جو بغیر یادالٰہی کے گزری ہوں۔

☆☆☆

نصیحت

گفت عالم بگوش جان بشنو ــ ور نما ند در گفتنش کردار

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ــ ور نبشت ست پر بر دیوار

عالم کی بات دل سے سنو اگر چہ اس کا عمل اس کے قول کی مانند نہ ہو انسان کو چاہئے کہ نصیحت کان میں ڈال لے (قبول کرلے) خواہ وہ دیوار پر لکھی ہو۔ (شیخ سعدیؒ)

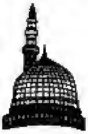

اَنوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	اغراض ومقاصد	2
۲	پیش لفظ	3
۳	مناجات سعدیؒ	4
۴	نعت رسول اکرم ﷺ	5
۵	آیات قرآنی شان حبیب الرحمٰن	7
۶	کتاب الایمان	10
۷	تذکرۃ الاولیاء حضرت فضیل بن عیاضؒ	13
۸	گلستان سعدی	22
۹	تقویٰ اور اس کی اقسام۔ڈاکٹر طاہر القادری	26
۱۰	دیوان حافظ شیرازیؒ	38
۱۱	دلیل العارفین: ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری	41
۱۲	معارف شمس تبریز	47
۱۳	فتوح الغیب	51
۱۴	بوستان سعدی	53
۱۵	علاج السالکین۔محدث دکن سید عبداللہ شاہ قبلہ	59